اطفالِ معصوم

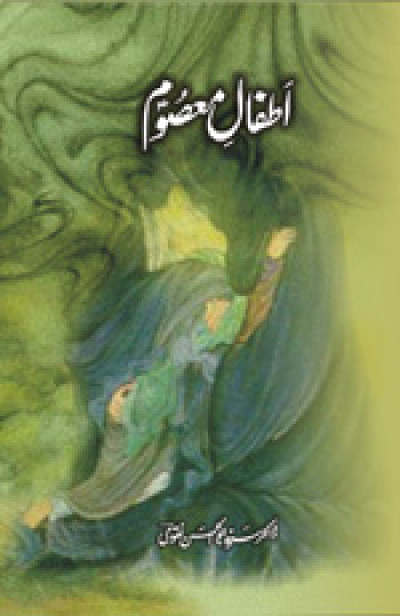

ڈاکٹر مسعود حسن رضوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اطفالِ معصومؑ

ڈاکٹر ابوالحسن نقوی

کتاب نگر حسن آرکیڈ ملتان کینٹ

ضابطہ

جملہ حقوق محفوظ

تاریخ اشاعت: جولائی 2008ء
پبلشر: کتاب نگر حسن آرکیڈ ملتان کینٹ
فون:061-4510444
کمپوزنگ: الکتاب گرافکس ملتان
پرنٹر: عاتکہ پرنٹرز ملتان
سرِ ورق: راشد سیال
ہدیہ: =/200 روپے

انتساب

اپنی بہن سیدہ ناز پروین زیدی مرحومہ
کے نام
جس نے اچانک مستقل رختِ سفر باندھ لیا۔

فہرست

''اطفالِ معصومؑ'' پر اظہارِ خیال..........ڈاکٹر عاصی کرنالی	11
کمسن ہے مگر حق کا ہے معیار سکینہؑ	15
ہمتِ حسینؑ نے یہ بڑا کام کر دیا	17
اے شمر یہ مت سوچ کہ نادان ہے بچی	19
اٹھنے لگی سینوں سے صدا ہائے سکینہؑ	20
کانوں کا خون بہہ گیا دامن بھی جل گیا	22
زنداں سے جب گزر ہو ترا شام کی ہوا	24
یہ جانبِ مرکز ہے رگِ جاں کی طرف ہے	26
دربار میں بیمار کی اک چھوٹی بہن ہے	28
ہائے پردیس میں معصومہؑ نے کیا کیا دیکھا	29
مظلوم کی صدا بنی بیٹی حسینؑ کی	31
جھولا علی اصغرؑ کا جھلاتی ہے سکینہؑ	33
ہمراہ علم ہی کے رہی مشک سکینہؑ	35
یہ زخم جدائی بڑا کاری ہے سکینہؑ	37
پہلو میں شہؑ کے اصغرؑ ہے	39
وہ ننھی بچی کربل میں حق کا انمول نگینہ ہے	40
بعد شبیرؑ یہ دربدر ہو گئی	41
دربدر پھرتی سکینہ نہ بیابانوں میں	43

پیکانِ حرملہ سے نہ زنداں سے پوچھیے	45
اصغرؑ نے کھایا ظلم کا اک تیر کیا کرے	47
بچی کی عطش کی وہ صدا یاد رہے گی	49
یہ آج جو اسلام کا عالم میں بھرم ہے	50
تلوار سے نہ تیر نہ شاہی لباس سے	52
صحرا کی کڑی دھوپ میں رسّی میں گلا بھی	53
یہ آج جو اسلام زمانے میں بچا ہے	54
نورِ نگاہِ شاہِ شہیداں تجھے سلام	55
کمسنی میں دلاوری ہاشمی	56
پنجتن ہیں صراط کے ضامن	58
سچے کردار کربلا سے ملے	59
زنداں میں تم شاہ کی دلگیر کو دیکھو	61
مٹی کے تلے چھپ گیا اصغرؑ سا نگینہ	63
گم ہے سکینہؑ زینبؑ ناچار کیا کرے	65
کہنے کو مر گئے پیاسے بچے	67
اہلِ دل ہو گئے پانی پانی	69
میری آنکھوں کو اشکِ عزا بخش دے	70
شہ کا ششماہہ اگر لب سے اشارا دے دے	72
اک اکیلے کام کیسا کر دیا بے شیر نے	73
گردنِ اصغر چھدی صحرا میں بچے کھو گئے	75
حق کی پکار بن گئے اطفالِ کربلا	76

حق کا چراغ جل گیا کرتے کی آگ سے	77
مشکیزہ خالی صبر کی نعمت سے بھر دیا	79
بچوں کی پیاس دل سے نکالی نہ جائے گی	81
اطفال کی وہ پیاس پہ فریاد کرے گا	83
آل کی تشنگی سے رشتہ ہے	85
عباسؑ آ گئے تو اداسی نہ رہے گی	87
غازی عباسؑ تمہیں لوٹ کے آنا ہوگا	89
حیف ہے ذبح ہوا تیر کے ساتھ	91
کیسا چراغ عزم وشجاعت کا جل پڑا	93
باپ نے ورد سے پایا ہے تمھیں	95
اے آفتاب چھپ جا کہ مادر نہ دیکھ لے	97
نوک زبان تیر ہے ابرو کمان ہے	99
بے وارثی کا باب کہیں یوں رقم نہ ہو	100
قطعات	101
	تا
	109
مرثیہ: سیدہ سکینہ بنت الحسین علیہا السلام	110
مرثیہ : حضرت علی اصغر علیہ السلام	139

☆☆☆☆☆☆

''اطفالِ معصومؑ'' پر اظہارِ خیال

ڈاکٹر ابوالحسن نقوی کی چند تصانیف شائع ہو کر خاص و عام میں مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ میرے زیرِ تبصرہ کتاب ''اطفالِ معصومؑ'' ہے۔ جو جلد اہلِ ذوق کے زیرِ مطالعہ ہوگی۔ ساتھ کے ساتھ ''صدائے عزادار'' بھی جلد طباعت کے مراحل طے کرے گی۔ تین چار مرثیے بھی زیرِ تخلیق ہیں۔ گویا مجموعی طور پر شاعری کا ایک اہم وقیع اور بیش بہا خزانہ ہے جو علمی وادبی حلقوں کو مالامال کر رہا ہے۔

یوں تو ڈاکٹر صاحب نظم و غزل بھی بلند معیار کے ساتھ کہتے ہیں لیکن اُن کی فتوحاتِ قلمی کا خاص میدان سلام و منقبت اور مرثیہ نگاری ہے۔ اس میدان میں وہ اپنا تشخص پیدا کر چکے ہیں اور رثائی شاعری کی ایک اہم شخصیت کے طور پر اپنا مقام بنا چکے ہیں۔ وہ معاشی سلسلے میں پاکستان سے باہر رہتے ہیں وہاں کے حلقہ ہائے شعروادب میں بھی وہ رثائی ادب کی روشنی پھیلا رہے ہیں اور کربلا کے ابدی پیغام کو عام کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب وسیع المطالعہ شخصیت ہیں۔ تاریخ اسلام پر عموماً اور تاریخ کربلا پر خصوصاً اُن کی گہری نظر ہے۔ وہ کربلا کے ان تمام اسباب وعلل سے باخبر ہیں جو اس اہم واقع کا سبب بنتے ہیں۔ اسی طرح قدرت نے ڈاکٹر صاحب کو وجدان، شعور، بصیرت اور تدبر و تفکر کی نعمتوں سے نوازا ہے اس لئے وہ کربلا کا جائزہ بھی لیتے ہیں، تجزیہ بھی کرتے ہیں اور کربلا کے دوامی منشور کو تمام ادوارِ مابعد اور خصوصاً عصرِ حاضر تک لانے اور اس کی تقلید و اتباع کرنے کا اہم فریضہ بھی اپنی رثائی شاعری سے ادا کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے مرثیوں کا مطالعہ کریں تو ہم پر یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ ایک تو وہ کربلا تھی جو واقع ہوئی، اس کے بعد امت مسلمہ علمبردارِ حق و صداقت ہونے کے سبب آج تک کفر و باطل سے برسرِ پیکار ہے اور ایک ''کربلائی تسلسل'' سے گزر رہی ہے۔ اس لئے

امت کے لئے ضروری ہے کہ حقیقی کربلا سے درسِ حریت لیتے ہوئے اوراُن خاصانِ خدا کے تمام افکار و اعمال حسنہ کا مکمل اتباع کرتے ہوئے باطل سے نبرد آزما رہے اور ان پر فتح وغلبہ حاصل کرے کیونکہ آخرکار اس امت کو آنے والے دور میں اقوام عالم کی امامت اور قیادت کا فریضہ ادا کرنا ہے۔ اطفال معصومؑ جناب سکینہ سلام اللہ علیہا اور جناب علی اصغر علیہ السلام کے موضوع پر ہے۔ اس میں سلام و منقبت مختصر اور معتدل نظموں کی صورت میں ہیں، جن کے عنوانات درج ہیں۔ چند قطعات ہیں اور دو مرثیے ہیں۔ اطفال معصومؑ میں بھی ڈاکٹر ابوالحسن نقوی کی رثائی شاعری کی وہ خصوصیات موجود ہیں جو ان کی دوسری تصانیف میں نظر آتی ہیں۔ یعنی تخلیقی عمل کے انوار کی وہی شعاعیں ان نظموں سے بھی طلوع ہو رہی ہیں۔ نقوی صاحب کی رثائی شاعری میں ایک تو وہی وسیع مطالعہ جلوہ افروز ہے جس کا میں نے اوپر ذکر کیا۔ اس کے علاوہ ان کی طرز نگارش کا حسن و جمال ہر جگہ دامانِ دل و نگاہ کھینچتا ہے۔ ان کے یہاں زبردست کردار نگاری اور عظیم الشان جذبات نویسی ہے۔ وہ اس ایک ایک جذبے، احساس فکر اور سوچ کو نیز اس ایک ایک کردار و عمل کو جو کربلا میں شریک اہلِ حق و صداقت میں جلوہ فشاں ہیں، نہایت جزئیات اور باریک سے باریک رخ اور پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے اپنے اشعار کے وسیلے سے پیش کرتے ہیں۔ ان کے فضائل کا ذکر ان پر گزرنے والے مصائب و امتحانات کا تذکرہ ان کی وارداتِ قلبی کا اظہار ان کے درمیان مکالموں کا تذکار، سب کچھ نقوی صاحب کے یہاں ان کے ممتاز اور انفرادی اسلوب کے ساتھ موجود ہے۔ وہ اللہ والے استقلال استقامت، صبر، تحمل، ایثار، قربانی اور ظہورِ حق و صداقت کی بے بدل مثالیں تھے۔ پیر ہو کہ جوان یا بچے سب بے مثال اخلاقیات کا پیکر تھے۔ بلکہ انہوں نے اپنے عظیم اعمال سے اخلاقیات کی وہ مثالیں پیش کیں جو تاریخ عالم میں کہیں نظر نہیں آئیں۔ نقوی صاحب امام حسین علیہ السلام اور ان کے اعزا و رفقاء کے اوصاف حسنہ کے بیان کے ساتھ ساتھ یزید اور اس کے نابکار اور بدانجام ساتھیوں کے مظالم کا جو انہوں نے خاصانِ خدا پر ڈھائے نہایت دلگدازی اور دل سوزی کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور اپنی شعری مثالوں سے ثابت کرتے

ہیں کہ صبر و تحمل اور ایثار و قربانی میں بچے بھی اتنے ہی ثابت قدم اور مستقل مزاج تھے، جتنے بڑے ہر بچہ استقامت کا پہاڑ تھا۔ ان بچوں نے اپنے صبر و برداشت اور مظلومیت کے ساتھ یزیدیت اور اس کے تمام مشن کو ناکام بنا دیا اور ظالموں کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا۔ ایک وہ کربلا ہے جو شامِ عاشور پر تمام ہوئی، دوسری وہ کربلا ہے جو دربارِ شام تک گئی اس تمام کربلائی تسلسل میں یہ اطفالِ معصومؑ اپنے بے پناہ بے کراں اور بے مثال عمل سے حریت کی نئی تاریخ رقم کرتے ہیں جو رہتی دنیا تک عالم انسانی کو ہدایت کا راستہ دکھاتی رہے گی۔

اطفال معصومؑ کی شاعری ڈاکٹر ابوالحسن نقوی کا ایک قابلِ فخر ادبی اور علمی کارنامہ ہے قارئین اس تصنیف لطیف کو اوّل تا آخر پڑھیں اور اس کی شاعری کو (جو اطفال معصومؑ سے وابستہ ہے) اپنے فکر و عمل کے لئے چراغ ہدایت بنائیں۔

ڈاکٹر عاصی کرنالی

معیار سکینہؑ

کمسن ہے مگر حق کا ہے معیار سکینہؑ
بچپن ہی میں زہرا کا ہے کردار سکینہؑ

بخشش کی سفارش ہو خدا سے مری بی بی
آئے ہیں ترے در پہ گنہگار سکینہؑ

ہم پر بھی عنایت کی نظر کیجئے بی بی
ہیں آپ کے بابا کے عزادار سکینہؑ

دل میں جو مرادیں تھیں، وہ کیں آپ نے پوری
ہونٹوں سے نہ میں کر سکا اظہار سکینہؑ

وہ وقت بھی کس طرح بھلائے کوئی مومن
بے پردگی اور شام کا بازار سکینہؑ

عمو سے سفارش کریں نصرت کی ہماری
اب سر پہ بلاؤں ہیں آثار سکینہؑ

قیدی تو رہا ہو گئے زندان سے سارے
ہے قید ابھی شام میں ناچار سکینہؑ

کرتا بھی جلا، کان بھی زخمی ہوئے افسوس
جھیلے ہیں بہت آپ نے آزار سکینہؑ

دیکھی نہ گئی تشنگی اصغر معصوم
اک گھونٹ تھی پانی کی طلبگار سکینہؑ

ہے کمسنی کی عمر مگر صبر و رضا میں
ہے فاطمہؑ کا ہو بہو کردار سکینہؑ

پرچم ترے عمو کا اٹھائے ہوئے پُر اشک
مرقد پہ چلے آئے عزادار سکینہؑ

یورپ سے چلا، شام کی راہوں میں جو پہنچا
نقوی نے کہے دل سے یہ اشعار سکینہؑ

اسلام کر دیا

بنتِ حسینؑ نے یہ بڑا کام کر دیا
شمرِ لعیں کو دہر میں گمنام کر دیا

خونِ حسینؑ نے جو کیا دین کے لئے
بچی کے آنسو نے وہی کام کر دیا

پیکانِ شیر خوار نے دشتِ نبرد میں
اسلام کو حقیقتاً اسلام کر دیا

منہ پر طمانچے پھول سی بچّی کو مار کے
انسانیت کو شمر نے بدنام کر دیا

زنداں میں جان دے کے سکینہؑ نے شام میں
تنہا یزیدِ وقت کو نیلام کر دیا

نقویؔ نے حرف حرف چنا چن کے لکھ دیا
اور دخترِ حسینؑ کے پھر نام کر دیا

پارہ قرآن ہے بچی

اے شمر یہ مت سوچ کہ نادان ہے بچی
یہ سچ ہے کہ اِک پارۂ قرآن ہے بچی

شبیرؑ تو واللہ ہے جاں دین نبی کی
کربل کے مسافر کی مگر جان ہے بچی

سینے پہ سلا کر یہ کہا کرتے تھے شبیرؑ
اللہ کا شبیرؑ پہ احسان ہے بچی

ظالم ! نہ طمانچے لگا رخسار پہ اس کے
یہ عالمہ ہے عالم قرآن ہے بچی

نقویؔ جسے تم کہتے ہو اسلام کی بیٹی
وہ شام کے زندان میں مہمان ہے بچی

صدا ہائے سکینہؑ

اٹھنے لگی سینوں سے صدا ہائے سکینہؑ
حق ہو نہ سکا ہم سے ادا ہائے سکینہؑ

آنکھوں سے مرے خون کے آنسو ہوئے جاری
ہونٹوں سے ادا جب نہ ہوا ہائے سکینہؑ

دُر چھن گئے اور دشت میں کھائے ہیں طمانچے
کربل میں ترا کرتا جلا ہائے سکینہؑ

جس ایک رسن سے تھی بندھی عترتِ اطہار
باندھا گیا تھا تیرا گلا ہائے سکینہؑ

جب جبر و ستم شام کے بازار میں دیکھا
شبیرؑ نے نیزے پہ کہا ہائے سکینہؑ

اے شام کے زنداں، لب دریا سے ابھی تک
عباسؑ کی آتی ہے صدا ہائے سکینہؑ

مرقد پہ ترے، شام کے زنداں میں، بصد اشک
نقوی نے کئی بار لکھا ہائے سکینہؑ

دامن بھی جل گیا

کانوں کا خون بہہ گیا دامن بھی جل گیا
باطل کا کربلا میں جنازہ نکل گیا

سوکھی زباں پھرائی جو اصغرؑ نے ہونٹ پر
خنجر یزیدِ وقت کی گردن پہ چل گیا

زنداں میں ننھی بچی کا عابدؑ کی گود میں
بابا کا ورد کرتے ہوئے دم نکل گیا

صبرِ سکینہؑ بنت شہہ مشرقین سے
امت کا ڈگمگاتا سفینہ سنبھل گیا

کتنا اثر ہوا ہے سکینہؑ کی موت کا
ظالم کا تخت و تاج ، حکومت ، محل گیا

نقوؔی تو ہے حسینؑ کی بیٹی کا مدح خواں
ہر ایک شعر اس کی محبت میں ڈھل گیا

شام کی ہوا

زنداں سے جب گزر ہو ترا شام کی ہوا
دینا سلام سب کو مرا شام کی ہوا

کہنا حسینؑ سے بھی سکینہؑ کے غم کا حال
جانا اگر ہو کرب و بلا شام کی ہوا

عترت کے سر کھلے ہیں ، تو تدبیر کر کوئی
مٹی اڑا کے چہرے چھپا شام کی ہوا

بازار میں کھڑی ہے سکینہؑ کڑی ہے دھوپ
کر بادلوں کا سایہ ذرا شام کی ہوا

تو خوش ہو آج شام میں زینبؑ کا راج ہے
نام یزید خوب مٹا شام کی ہوا

دم گھٹ رہا ہے بچی کا زندان شام میں
خود چل کے اس کے پاس تو جا شام کی ہوا

نقوی بھی آج شام میں مہمان ہے ترا
موسم کو خوشگوار بنا شام کی ہوا

قرآں کی طرف ہے

یہ جانب مرکز ہے رگ جاں کی طرف ہے
میرا یہ سفر شام کے زنداں کی طرف ہے

کوئی بھی نہیں حر ملا کے ساتھ جہاں میں
یہ سارا جہاں کوکھ جلی ماں کی طرف ہے

زینبؑ نے پکارا کہ کہاں جاتی ہو بیٹی
رو کر یہ کہا ' رخ مرا میداں کی طرف ہے

اے قاتل اکبرؑ تجھے سب کرتے ہیں لعنت
ہر پیرو جواں اکبر ذیشاں کی طرف ہے

آنسو جو بہاتا ہے سکینۂ کے دکھوں میں
مانند فرشتہ ہے وہ انساں کی طرف ہے

پانی جو ملا ، جام کو ہاتھوں میں پکڑ کر
بھاگی ہے تو رخ اصغرؑ ناداں کی طرف ہے

نقویؔ کی ہر ایک سانس میں ہے ذکر سکینۂ
معصومۂ کی ہر بات دل و جاں کی طرف ہے

گلے میں بھی رسن ہے

دربار میں بیمار کی اک چھوٹی بہن ہے
ہیں ہاتھ بندھے اس کے گلے میں بھی رسن ہے

کمسن ہے گرفتار ہے زندان بلا میں
اور اس پہ اندھیرا ہے' اندھیرے میں گھٹن ہے

ہے باپ سے دور' اور اندھیرے میں ہے خائف
بے تاب ہے اور کان کے زخموں میں چبھن ہے

سجادؑ سر خاک سر افگندہ ہیں بیٹھے
میت ہے سکینہ کی نہ پانی نہ کفن ہے

اس بچی کو ہرگز نہ بھلا پاؤ گے نقویؔ
گھر جس کا نہیں' باپ ہے زندہ نہ وطن ہے

بچی کا لاشہ دیکھا

ہائے پردیس میں معصومۂ نے کیا کیا دیکھا
پیاس سے اصغرؑ کمسن کو تڑپتا دیکھا

پانی لینے کیلئے عمو کو بھیجا لیکن
خونِ عباسؑ میں ڈوبا علم آتا دیکھا

جس کے سینے کی تھی عادی، ہے غضب بی بی نے
اس کی گردن کو بھی میدان میں کٹتا دیکھا

ہائے کیونکر نہ ہوئی بن میں قیامت برپا
بچی نے باپ کے سر کو سرِ نیزہ دیکھا

ہائے کس طرح سے معصوم سکینۂ تو نے
دھوپ میں ریت پہ بابا کا سراپا دیکھا

جانے کس طرح کیا صبر سکینۂ تو نے
خوں بھرا اصغرؑ بے شیر کا لاشہ دیکھا

دیکھا جلتے ہوئے خیموں کو پھوپھی جان کے ساتھ
چادر فاطمۂ زہراؑ کو بھی لٹتا دیکھا

کان زخمی کئے اور جس کو طمانچے مارے
اس کے کرتے کو بھی پھر دشت میں جلتا دیکھا

جس نے جھیلے تھے ستم بعد حسینؑ ابن علی
سب نے زندان میں اس بچی کا لاشہ دیکھا

بیٹی حسینؑ کی

مظلوم کی صدا بنی بیٹی حسینؑ کی
تاثیر اِنّما بنی بیٹی حسینؑ کی

زینبؑ تھیں بیبیوں کیلئے آسرا اگر
بچوں کا حوصلہ بنی بیٹی حسینؑ کی

بعد حسینؑ ظلم پہ صبر عظیم سے
محبوبہ خدا بنی بیٹی حسینؑ کی

شام غریباں دیکھ کے ہر دکھ کو جھیل کے
بچوں کا آسرا بنی بیٹی حسینؑ کی

کرب و بلا کے دشت سے زندان شام تک
اک حق کا راستہ بنی بیٹی حسینؑ کی

نقویؔ کو جب بھی گھیر لیا مشکلات نے
پھر اس کا آسرا بنی بیٹی حسینؑ کی

بلاتی ہے سکینہؑ

جھولا علی اصغرؑ کا جھلاتی ہے سکینہؑ
تم ہو کہاں عباسؑ بلاتی ہے سکینہؑ

اے شاہ شہیداں ذرا آواز تو دے دو
سونے کے لئے سینے پہ آتی ہے سکینہؑ

بابا کے قریب آتی ہے مقتل میں تو رو کر
کانوں کے جو ہیں زخم دکھاتی ہے سکینہؑ

ہو کر رہا گھر اپنے گئیں زینبؑ و کلثومؑ
زنداں میں ابھی اشک بہاتی ہے سکینہؑ

جھولا بھی جھلاتی ہے سناتی بھی ہے لوری
یوں چھوٹے برادر کو سلاتی ہے سکینہؑ

عابدؑ نے کہا لاش سکینہؑ کے سرہانے
ملنے کیلئے بابا سے جاتی ہے سکینہؑ

آتا ہے تصور میں نظر چہرہ اصغرؑ
پانی کا پیالہ جب اٹھاتی ہے سکینہؑ

کانوں میں صدا گونجتی ہے بابا کی، نقویؔ
بیتابی سے بابا کو بلاتی ہے سکینہؑ

ہاتھوں میں سمیٹے ہوئے زندان کی مٹی
اصغرؑ کے لئے قبر بناتی ہے سکینہؑ

یہ معجزہ ہے فاطمہؑ کے شیر کا نقویؔ
امت کو رہے راست پہ لاتی ہے سکینہؑ

مشکِ سکینہؑ

ہمراہ علم ہی کے رہی مشکِ سکینہؑ
غازیؑ کے لہو میں تھی یہی مشکِ سکینہؑ

بچوں کی زباں پر نہیں آوازِ عطش کی
جس وقت سرِ نہر چھدی مشکِ سکینہؑ

جب علقمہ کے آبِ رواں سے ہوئی خالی
مومن ہی کے اشکوں سے بھری مشکِ سکینہؑ

اک اور نیا ظلم کیا آتشِ غم نے
جب خیمے جلے جلنے لگی مشکِ سکینہؑ

غازیؑ نے لڑی جنگ، کنارے پہ پہنچ کر
خود نہر کے پانی سے بھری مشکِ سکینہؑ

نقوؔی ہے ترا راہ نما پرچمِ عباسؑ
اور باعثِ بخشش بھی بنی مشکِ سکینہؑ

پکاری ہے سکینہؑ

یہ زخم جدائی بڑا کاری ہے سکینہؑ
عباس کو ہر لمحہ پکاری ہے سکینہؑ

وہ خوں جو بہا شام غریباں میں سر دشت
کانوں سے ترے آج بھی جاری ہے سکینہؑ

عابدؑ تجھے کس طرح چھڑائے گا رسن سے
ہیں ہاتھ بندھے طوق بھی بھاری ہے سکینہؑ

مقتل میں چلے کرتے سے اور کانوں کے دکھ سے
کیسے شب غم تو نے گزاری ہے سکینہؑ

یہ باگیں کٹی ، خالی پڑی زین ہے پہچان
ہاں یہ تیرے بابا کی سواری ہے سکینہؑ

بر آتی ہیں صدقے میں ترے ، سب کی مرادیں
زنداں سے یہ فیض آج بھی جاری ہے سکینہؑ

نقوی بھی کرے فخر نہ کیوں قوم کی مانند
اصغرؑ بھی ہمارا ہے ہماری ہے سکینہؑ

نگینہ ہے

پہلو میں شہ کے اصغرؑ ہے　　زینبؑ کے ساتھ سکینہؑ ہے
تنہا ہے کوکھ جلی مادر　　قسمت میں جس کی مدینہ ہے
اک تیر ستم سے مارا گیا　　اک سوگئی زنداں میں آ کر
اک تاج امامت کا موتی　　اور اک نایاب نگینہ ہے
اک پارۂ ناطق قرآن ہے　　اک پوتی، حاملِ ایماں ہے
اک رحمت حق کا منبع ہے　　اک بحرِ نجاتِ سفینہ ہے
اک گھوڑوں سے پامال ہوا　　اک کے کانوں سے خوں بہا
اک نوک سناں پر فائز تھا　　اور اک زنداں کا خزینہ ہے
نقوی آنکھوں میں اشک لئے　　بیٹھا ہے گھر کے آنگن میں
کبھی اس کے خیال میں اصغرؑ ہے　　کبھی وہ معصوم سکینہؑ ہے

سکینہؑ ہے

وہ ننھی بچی کربل میں حق کا انمول نگینہ ہے
وہ جس کے ہاتھ میں کوزہ ہے وہ شہ کی بیٹی سکینہؑ ہے

کبھی ہاتھ سے منہ کو چھپاتی ہے کبھی باپ کو اپنے بلاتی ہے
کبھی کہتی ہے اصغرؑ تیرے بنا یہ جینا بھی کوئی جینا ہے

گردن بھی بندھی ہے رسی سے ہاتھوں میں رسن کا گہنا ہے
اور سامنے اس کی نظروں کے وہ قاتل شمر کمینہ ہے

ہے نوک سناں پہ شہ کا سر اور اس کی نظر ہے بیٹی پر
سر ننگے دیکھ کے بیٹی کو ماتھے پر شہ کے پسینہ ہے

نقوی یہ نبی کے بچے ہیں ان کو قدرت ہے عالم پر
ذکر ان بچوں کا کرنا ہے عالم میں جب تک جینا ہے

سحر ہوگئی

بعد شبیرؑ یہ دربدر ہو گئی
قید میں جان دیکر امر ہو گئی

ایک بچی کے صبر و رضا کے سبب
دین کی بستیوں میں سحر ہو گئی

شمر کو ذلتوں کے اندھیرے ملے
اور بالی سکینہؑ امر ہوگئی

ذکر بالی سکینہؑ میں یہ زندگی
کتنی پاکیزگی سے بسر ہو گئی

بعد کرب و بلا دہر کی سلطنت
ننھے اصغرؑ کے زیر اثر ہو گئی

نقویؔ یہ معجزہ ہے سکینہؑ کا بس
ان کی مدحت بھی زاد سفر ہو گئی

ایوانوں میں

در بدر پھرتی سکینہ نہ بیابانوں میں
ایک انساں بھی نظر آتا جو حیوانوں میں

جانے کیا ہو گیا تھا کرب و بلا کے بن میں
موتی پہنے نہ کسی نے بھی کبھی کانوں میں

مجھ کو سرجن نہ کہو، شاعر و دانا نہ کہو
مجھ کو شامل کرو بے شیر کے دیوانوں میں

ہے تو بچی یہ مگر عالمۂ کامل ہے
اس کو سمجھا نہ کرو تم کبھی نادانوں میں

ذکر ہوتا ہے کہیں جب بھی علی اصغرؑ کا
زلزلہ آج بھی آ جاتا ہے ایوانوں میں

نقوؔی اک شمع الٰہی ہیں یہ بچے شہ کے
نام تیرا بھی ہے اس شمع کے پروانوں میں

ماں سے پوچھیے

پیکانِ حرملہ سے نہ زنداں سے پوچھیے
بچوں کا غم تو کوکھ جلی ماں سے پوچھیے

کیسے تڑپ کے تڑپ اصغرؑ ناداں نے جان دی
شیرؑ کے لہو بھرے داماں سے پوچھیے

کس طرح بچی قید میں تڑپی ہے رات دن
انسانیت کے نام پہ انساں سے پوچھیے

دامن کو ننھی بچی کے کیسے لگی ہے آگ
عاشور اور شام غریباں سے پوچھیے

شہ نے چھپائی کس طرح سے لاش شیر خوار
ننھی لحد سے خاک بیاباں سے پوچھیے

اصغرؑ کو ذبح کس طرح سے کر دیا گیا
اس حرملہ کے ترکش و پیکاں سے پوچھیے

نقوی ہمیں ہو کس طرح اندازۂ الم ؟
اصغرؑ کا اور سکینہؑ کا غم ماں سے پوچھیے

تقدیر کیا کرے

اصغرؑ نے کھایا ظلم کا اک تیر کیا کرے
ماں کی لٹی ہے دشت میں تقدیر کیا کرے

زنداں میں ہے سکینہؑ تو اصغرؑ ہے دشت میں
آنکھوں میں ان کی پھرتی ہے تصویر کیا کرے

بچوں کے غم میں سکتے کی حالت میں ہے ربابؑ
تم ہی بتاؤ زینبؑ دلگیر کیا کرے

بچے نے خود اچھل کے لیا ہے گلے پہ تیر
مقتل میں اور اصغرؑ بے شیر کیا کرے

زنداں میں اُف سکینہؑ کا لاشہ ہے بے کفن
بیمارِ شام کیا کرے ہمشیر کیا کرے

شمر لعیں بڑھا ہے سوئے شاہ کربلا
زینبؑ انہیں بچانے کی تدبیر کیا کرے

خود کو گرایا جھولے سے سن کر صدائے شاہ
اب اور چھ مہینے کا بے شیر کیا کرے

دربار میں سکینہؑ پہ نقویؔ یہ ظلم و جبر
بیمار کے ہے پاؤں میں زنجیر کیا کرے

کرب و بلا یاد رہے گی

بچی کی عطش کی وہ صدا یاد رہے گی
دنیا کو سکینہؑ کی قضا یاد رہے گی

کس طرح تبسم سے لیا تیر گلے پر
دشمن کو بھی اصغرؑ کی ادا یاد رہے گی

بے جرم یتیمی میں جو پائی سر صحرا
بچی کو طمانچوں کی سزا یاد رہے گی

دنیائے خرابات میں اور خلد بریں میں
مومن کو سدا کرب و بلا یاد رہے گی

صحرا میں جو مانگی تھی بہت عجز سے نقوی
وہ شاہ شہیداں کی دعا یاد رہے گی

سکینہؑ کا کرم ہے

یہ آج جو اسلام کا عالم میں بھرم ہے
اصغرؑ کی عطا ہے یہ سکینہؑ کا کرم ہے

ہر دل میں سکینہؑ کی یتیمی کا ہے افسوس
ہر آنکھ غمِ اصغرؑ بے شیر میں نم ہے

حلقوم پہ بابا کے جو خنجر ہے سکینہؑ
عالم میں بڑا اس سے کوئی آپ کا غم ہے

خونِ علی اصغرؑ نے لکھی دین کی تقدیر
قائم بس اسی خوں سے پیمبر کا علم ہے

ہاں دیں کی بقاء کا ' یہی جھولا تو ہے ضامن
تاریخ حرم کتبہ زنداں پہ رقم ہے

نقوی یہ سکینہ کی اور اصغر کی عطا ہے
ہے مدح سرا ہاتھ میں اس کے جو قلم ہے

سکینہؑ کی پیاس ہے

تلوار سے ' نہ تیر نہ شاہی لباس سے
دیں کو بقاء ملی ہے سکینہ کی پیاس سے

میرا خیال جاتا ہے زندان کی طرف
اک ننھی بچی جب بھی گزرتی ہے پاس سے

بچوں کو ساتھ لے کے لیا کوزہ ہاتھ میں
خیمے کے در پہ بالی سکینہ ہے آس سے

بچے نہیں فقط یہ شہ مشرقین کے
رشتہ ہے ان کا دین خدا کی اساس سے

کس دین میں روا ہے لہو شیر خوار کا
نقوی کا یہ سوال ہے ہر حق شناس سے

آزار سکینہؑ کے لئے ہے

صحراء کی کڑی دھوپ میں رسّی میں گلا بھی
ہر طرح کے آزار سکینہؑ کیلئے ہیں

غازیؑ کے کٹے شانے تو شبیرؑ کی گردن
یہ قید کے آثار سکینہؑ کیلئے ہیں

زنداں میں جو زوّار کی آنکھوں سے گرے ہیں
یہ اشکِ عزادار سکینہؑ کے لئے ہیں

یہ شام کے زندان میں پوچھا جو پھوپھی سے
کیا اور بھی آزار سکینہؑ کیلئے ہیں

نقوی کی ہر اک سوچ ہے زندان سے مربوط
اس کے یہ سب اشعار سکینہؑ کے لئے ہیں

سکینہؑ کی عطا ہے

یہ آج جو اسلام زمانے میں بچا ہے
یہ بنتِ شہِ سیدِ والا کی دعا ہے

انسان جو انسان کی صورت میں ہے موجود
اصغرؑ کا کرم ہے یہ سکینہؑ کی عطا ہے

جھولے سے تبھی خود کو گرایا ہے زمیں پر
ھل من کی صدا کو علی اصغرؑ نے سنا ہے

وہ خوف سے کرتی ہے نظر آگ کی جانب
کرتا جو سرِ دشت سکینہؑ کا جلا ہے

زہرا کے گھرانے کا یہ اعجاز ہے نقوی
چھ ماہ کا بچہ ہے مگر بول رہا ہے

تجھے سلام

نورنگاہِ شاہ شہیداں تجھے سلام
اے صابرہ بہ شام غریباں تجھے سلام

اے شیر خوار سید والا سلام ہو
اے کربلا کی شمع فروزاں تجھے سلام

وہ جس کا صبر دیکھ کے زندان شام میں
اسلام آپ خود ہوا نازاں تجھے سلام

کھا کر طمانچے جھیل کے دکھ درد بن گئی
ہر مضطرب کے درد کا درماں تجھے سلام

نقویؔ نے مدح شان سکینہؑ میں جو لکھا
وہ بن گیا نجات کا ساماں تجھے سلام

زندگی بانٹی

کمسنی میں دلاوری بانٹی
شہ کے بچوں نے زندگی بانٹی

یہ ہے اعجاز در کا زہرا کے
قید میں بھی سکندری بانٹی

معجزہ ہے یہ شہ کے بچوں کا
گود میں بھی بہادری بانٹی

شہ کی اک چار سالہ بچی نے
ساری دنیا میں آگہی بانٹی

پستیوں میں پڑے تھے سب انساں
ابنِ زہرا نے سروری بانٹی

دکھ سکینہ نے سب سمیٹ لئے
امت حق میں بس خوشی بانٹی

شام کے اک اندھیرے زنداں سے
ایک بچی نے روشنی بانٹی

اپنے اشعار کے وسیلے سے
آج نقوؔی نے تازگی بانٹی

نجات کے ضامن

پنجتن ہیں صراط کے ضامن
ان کے بچے نجات کے ضامن

ان کے احکام پر عمل کر لو
یہ ہیں اعلیٰ صفات کے ضامن

آل ضامن ہیں میرے ہر پل کے
دن کے ضامن یہ رات کے ضامن

میں غلامِ سکینۂ و اصغرؑ
یہ ہیں میری نجات کے ضامن

نقوؔی کی زندگی ہے ان کے طفیل
یہی ہر ایک بات کے ضامن

کربلا سے ملے

سچے کردار کربلا سے ملے
حق کے معیار کربلا سے ملے

کمسنی میں بھی جو مثال بنے
ایسے کردار کربلا سے ملے

دیں کو اک روح کربلا نے دی
دیں کے معمار کربلا سے ملے

علی اصغرؑ سے اور سکینہؑ سے
دیں کے کہسار کربلا سے ملے

جو عمل سے جگائیں مومن کو
ایسے بیدار کربلا سے ملے

نقوی کو درد و غم میں ڈوبے ہوئے
سارے اشعار کربلا سے ملے

اصغرِ بے شیر کو دیکھو

زندان میں تم شاہ کی دلگیر کو دیکھو
میداں میں ذرا اصغرؑ بے شیر کو دیکھو

اے ظالمو کچھ اصغر کمسن پہ کرو رحم
کچھ اس کے گلے اور ذرا تیر کو دیکھو

میداں میں پدر، بیٹی ہے زندان میں بے کس
لختِ جگر شاہ کی تقدیر کو دیکھو

ہر شخص ہوا نسل یزیدی کا مخالف
بی بیؑ کے ذرا ذکر کی تاثیر کو دیکھو

ہمشیر کا کھولے گا گلہ کس طرح بیمار
کچھ ہتھکڑی اور پاؤں کی زنجیر کو دیکھو

کارِ علی اصغرؑ پہ ہو حیران کھڑے کیوں
اس کی رگوں میں فاطمہ کے شیر کو دیکھو

گر دیکھنا ہے معجزۂ ذکرِ امامت
نقوؔی کی بدلتی ہوئی تقدیر کو دیکھو

اصغر سا نگینہ

مٹی کے تلے چھپ گیا اصغرؑ سا نگینہ
گم ہو گئی ہے شام غریباں میں سکینہؑ

اس ظلم پہ کرتی نہ اگر صبر یہ بچی
ہو جاتا غریق امت عاصی کا سفینہ

اک تیر ستم کھا کے جو اصغرؑ نہ تڑپتا
دشوار تھا مظلوم کا اس دہر میں جینا

جب سے کیا ہے ظلم سکینہؑ پہ سر دشت
لعنت ہی کا حقدار ہوا شمر کمینہ

اصغر نے زباں سوکھی جو دنیا کو دکھائی
ماتھے پہ لعینوں کے بھی آیا ہے پسینہ

نقوی تیرے الفاظ ہوئے اور بھی انمول
جب سے بنا اشعار کا عنوان سکینہؑ

عزادار کیا کرے

گم ہے سکینہؑ زینبؑ نا چار کیا کرے
جلتا ہے خیمہ عابدؑ بیمار کیا کرے

کمسن پہ ظلمِ شمر جفا کار دیکھ کر
انسانیت ہے شرم سے دوچار کیا کرے

عباسؑ تم کہاں ہو سکینہؑ کی لو خبر
دُر چھینتا ہے شمر جفا کار کیا کرے

بھائی کی گود ہی بھی بہن کا ہو انتقال
تم ہی بتاؤ عابدؑ بیمار کیا کرے

اُم رباب کو نظر آتے ہیں دشت میں
اصغرؑ کے مارے جانے کے آثار کیا کرے

''ھل من'' سنا تو جھولے سے بے شیر گر گیا
باقی نہیں ہے کوئی مددگار کیا کرے

حجت تمام اصغرؑ بے شیر نے تو کی
سوکھی زباں سے اور یہ اظہار کیا کرے

میری نجات کیلئے ذکر حسینؑ ہے
ایسا نہو تو اور گنہگار کیا کرے

ذکر سکینہؑ سن کے کلیجہ ہوا فگار
آنسو اُبل پڑے ہیں عزادار کیا کرے

پیاسے بچے

کہنے کو مر گئے پیاسے بچے
دیں امر کر گئے پیاسے بچے

جو بڑے سورما بھی کر نہ سکے
کام وہ کر گئے پیاسے بچے

ظالمو اپنے تئیں رکھو فرات
لب کوثر گئے پیاسے بچے

دشت میں بالی سکینہ کے پاس
کوزے لے کر گئے پیاسے بچے

سوکھے ہونٹوں میں لئے خشک زباں
سوئے لشکر گئے پیاسے بچے

خالی ہونے کو تھا دیں کا کشکول
صبر سے بھر گئے پیاسے بچے

نقش گریہ تھا ادھورا ، نقوی
رنگِ غم بھر گئے پیاسے بچے

پانی پانی

اہلِ دِل ہو گئے پانی پانی
بچے کہتے رہے پانی پانی

دین حق اس طرح سیراب ہوا
اب کہاں یہ کہے پانی پانی

جب بھی اصغرؑ کا خیال آ جائے
چشم غم سے بہے پانی پانی

جو عزادار درِ دل کھولے
آج بھی وہ سنے پانی پانی

بچی کی یاد میں اکثر نقویؔ
سرِ کاغذ لکھے پانی پانی

اے خدا بخش دے

میری آنکھوں کو اشک عزا بخش دے
اے خدا مجھ کو تو کربلا بخش دے

میرے ہونٹوں پہ آتے ہی مقبول ہو
اپنے بندے کو ایسی دعا بخش دے

میرے زخموں کو خاک شفا کر نصیب
جس کا ثانی نہیں وہ دعا بخش دے

میرے ہاتھوں کو توفیق ماتم کی دے
میرے قدموں کو راہِ ولا بخش دے

میری ماؤں کو زہرا کا کردار دے
میری بہنوں کو سر کی روا بخش دے

میرے سارے گناہوں سے کر درگزر
اے خدا اے خدا اے خدا بخش دے

کر مری قوم کو ایک رہبر عطا
اب انہیں اپنا معجز نما بخش دے

ہے مسلمان ذلت کی دہلیز پر
اپنے دیں کو عروج و بقا بخش دے

اے خدا کر کرم کی نظر اس طرف
اب ہمیں بارہواں رہنما بخش دے

کب ہے نقوی کو لعل و گہر کی طلب
اس کی آنکھوں کو اشک عزا بخش دے

کنارہ دے دے

شہ کا ششماہہ اگر لب سے اشارا دے دے
دین کی ڈوبتی کشتی کو کنارا دے دے

عمو میرے ابھی آئیں گے بھری مشک لئے
پیاسے بچوں کو سکینہ یہ سہارا دے دے

جنگ خیبر میں کیا تھا جو رسالت نے بلند
ہر مسلمان کے ہونٹوں پہ وہ نعرہ دے دے

غلبہ جس طرح تھا مکے پہ مسلمانوں کا
میری آنکھوں کو وہی پھر سے نظارا دے دے

نقوی چھوڑے گا نہ اس در کی غلامی ہرگز
چاہے کوئی اسے بدلے میں ستارا دے دے

سر دیا بے شیر نے

اک اکیلے کام کیسا کر دیا بے شیر نے
دامن دیں کو بقا سے بھر دیا بے شیر نے

سوکھے ہونٹوں پر زبانِ خشک پھیری اس طرح
ذبح لشکر ظالموں کا کر دیا بے شیر نے

خود اچھل کر تیر گردن پر لیا معصوم نے
کام مشکل تھا بہت پر کر دیا بے شیر نے

یا الٰہی کربلا کے بن میں کیا کیا ہو گیا
تیر سے گردن چھدی پھر سر دیا بے شیر نے

اک زباں کے تیر سے چھیدا ہے باطل کا جگر
کام مشکل تھا بہت پر کر دیا بے شیر نے

پیاس سے سوکھے گلے پر تیر کھا کر دشت میں
تشنہ لب انسان کو کوثر دیا بے شیر نے

ان کے صدقے دو جہاں کی نعمتیں نازل ہوئیں
کیا تھا میں پہلے مجھے کیا کر دیا بے شیر نے

نقوؔی یہ بھی معجزوں میں معجزہ ہے آل کا
کربلا کا معرکہ سر کر دیا بے شیر نے

کیا مظالم کربلا میں ہو گئے

گردن اصغر چھدی صحرا میں بچے کھو گئے
یا الٰہی کیا مظالم کربلا میں ہو گئے

کہتی تھی رو رو کے مادر تم نہ جاؤ دشت میں
صبح سے اب تک نہ پلٹے جنگ کرنے جو گئے

خالی جھولے کو ہلا کر کہتی ہیں اُم رباب
اے علی اصغرؑ اکیلے تم کہاں پر سو گئے

انکی آنکھوں سے گرا ہر اشک موتی بن گیا
جو عزادار حسینی مجلسوں میں رو گئے

نقوؔی جن لوگوں نے ظالم سے کیا ہے حق طلب
وہ غلامانِ علی اصغرؑ میں شامل ہو گئے

اطفال کربلا

حق کی پکار بن گئے اطفال کربلا
دیں کا وقار بن گئے اطفال کربلا

بعد حسینؑ دشت مصیبت میں صبر کا
اک شاہکار بن گئے اطفال کربلا

دشت بلا میں جُرات و ہمت کے باب میں
دُلدل سوار بن گئے اطفال کربلا

میدان کار زار میں دشمن کے واسطے
حیدر کا وار بن گئے اطفال کربلا

نقوؔی ہر ایک درد کے مارے کا دہر میں
دل کا قرار بن گئے اطفال کربلا

کُرتے کی آگ سے

حق کا چراغ جل گیا کُرتے کی آگ سے
باطل کا دم نکل گیا کُرتے کی آگ سے

گھبرا کے جب بجھاتے ہوئے بھاگی دشت میں
دست سکینہؑ جل گیا کُرتے کی آگ سے

تاراج شاہی ہو گئی گردن کے خون سے
قصر یزید جل گیا کُرتے کی آگ سے

انساں کو روشنی یہ سکینہ نے کی عطا
دل کا چراغ جل گیا کُرتے کی آگ سے

دیں کو ثبات کان کے زخموں سے مل گیا
انسان پھر سنبھل گیا کُرتے کی آگ سے

بے شیر کے لہو نے لکھی داستان غم
نقوی کا خامہ چل گیا کُرتے کی آگ سے

بے گھر کو گھر دیا

مشکیزہ خالی صبر کی نعمت سے بھر دیا
کیا کام کربلا میں سکینہؑ نے کر دیا

گھر کو لٹا کے دشت میں زہراؑ کے لال نے
مظلوم کو امان دی بے گھر کو گھر دیا

ماؤں کے حق میں فخر بنی دشت میں ربابؑ
جس نے خدا کی راہ میں تھا پسر دیا

کس طرح سے کروں میں ادا شکر پاک ذات
وہ جس نے مجھ کو لکھنے کا ایسا ہنر دیا

سہ شعبہ تیر گردن بے شیر پر لگا
ناحق لہو نے دامن شبیرؑ بھر دیا

نقوؔی خدا کا شکر ادا کر تو ہر گھڑی
وہ جس نے مشکلات میں زہراؑ کا در دیا

سنبھالی نہ جائے گی

بچوں کی پیاس دل سے نکالی نہ جائے گی
غازیؑ سے خالی مشک سنبھالی نہ جائے گی

محروم آب خون میں ڈوبی ہے دشت میں
مشک سکینہؑ خیمہ میں خالی نہ جائے گی

اپنی زبان خشک سے اصغرؑ نے کی جو بات
اے حرملہ وہ تیر سے نالی نہ جائے گی

یہ دل سکوں نہ پائے گا عالم میں جب تلک
تصویر پنجتنؑ کی بنا لی نہ جائے گی

عباسؑ تم کہاں ہو کہ زینبؑ سے دشت میں
بچوں کی ذمہ داری سنبھالی نہ جائے گی

وہ کام کر گئی ہے سکینہ کہ ریسماں
گردن میں اب کسی کے بھی ڈالی نہ جائے گی

نقویؔ خدا گواہ نبیؐ کا یہ فیض ہے
ہرگز اذاں سے روحِ بلالی نہ جائے گی

طوفاں میں ترے گا

اطفال کی وہ پیاس پہ فریاد کرے گا
عالم میں جو پانی کسی کوزے میں بھرے گا

جنت سے ملائک اسے آ جائیں گے لینے
کوئی بھی غلامِ علی اصغرؑ جو مرے گا

وابستگی ہے جس کی سکینہؑ سے ذرا بھی
وہ کب کسی ظالم کے طمانچوں سے ڈرے گا

رکھے گا غلامِ علی اصغرؑ سے جو نسبت
بیڑا تو وہی ظلم کے طوفاں میں ترے گا

دربار نبیؐ میں نہ ہو حاصل جسے عزت
گفتار پہ کون اس کی یہاں کان دھرے گا

سقے نے تو پائی ہے شہادت لب دریا
اب مشک سکینہؑ کی بھلا کون بھرے گا

صد شکر کہ اصغرؑ سے سندیاب ہے نقوی
تیر ستم وجور سے یہ اب نہ ڈرے گا

زندگی سے رشتہ ہے

آل کی تشنگی سے رشتہ ہے
یعنی اب زندگی سے رشتہ ہے

جو غلام جناب زہراؑ ہے
اس کا پاکیزگی سے رشتہ ہے

میں حسینی ہوں بو ترابی ہوں
میرا ہر آدمی سے رشتہ ہے

ہوں غلام سکینہؑ و اصغرؑ
میرا اک آگہی سے رشتہ ہے

کربلا کا یہ معجزہ دیکھا
موت کا زندگی سے رشتہ ہے

جن کا سب کچھ لٹا میں ان کا غلام
ہاں مرا بے کسی سے رشتہ ہے

میرا سارا بدن ہے پنجتنی
اور دل کا علی سے رشتہ ہے

پنجتن کے سوائے کوئی نہیں
میرا تو بس انہی سے رشتہ ہے

جو محبت کرے سکینہؑ سے
اس کا مولا علیؑ سے رشتہ ہے

کربلا سے ہے رشتہ نقویؔ کا
اس لئے آگہی سے رشتہ ہے

اداسی نہ رہے گی؟

عباسؑ آ گئے تو اداسی نہ رہے گی
بالی سکینہؑ دشت میں پیاسی نہ رہے گی

نام حسینؑ لے کے جو ہو جائے باعمل
مایوسی اس کے دل میں ذرا سی نہ رہے گی

اے شمر جفا سے تو اگر باز نہ آیا
خیمے میں محمدؐ کی نواسی نہ رہے گی

بس فاطمہؑ کے لال کے آنے کی ہے کچھ دیر
پھر زندگی میں کوئی اداسی نہ رہے گی

ناقدروں کو عزت سے بلائے گا زمانہ
عالم کی مگر قدر شناسی نہ رہے گی

تم روح میں خوشبوئے علی نقوی بسا لو
پھر روح کسی دیس میں پیاسی نہ رہے گی

سکینہؑ کو بچانا ہو گا

غازی عباسؑ تمہیں لوٹ کے آنا ہو گا
شمر سے بالی سکینہؑ کو بچانا ہو گا

حرملہ کی طرف اِک شخص نہیں آئے گا
بند بے شیر کی مٹھی میں زمانہ ہو گا

بعد عباسؑ ترا پردہ لُٹے گا بی بی
ننھے ہاتھوں سے تجھے منہ کو چھپانا ہو گا

اب تو اکبرؑ ہیں نہ عباسؑ نہ قاسمؑ زینبؑ
بار خیموں کی حفاظت کا اٹھانا ہو گا

ہم کو روکیں گے فرشتے تو درِ جنت پر
داغ ماتم کا ہی رضواں کو دکھانا ہو گا

گردن اصغرؑ معصوم چھدی پیکاں سے
لاشِ بے شیر کو مادر سے چھپانا ہو گا

اب ترا ہنسلیوں والا گیا دنیا سے ربابؑ
خالی جھولا تجھے خیمے میں جھلانا ہو گا

ماں تو بے تاب کھڑی ہے درِ خیمہ پہ حسینؑ
لاش بے شیر کو مٹی میں چھپانا ہو گا

مرگ عباسؑ پہ شبیرؑ کی ٹوٹی ہے کمر
لاشِ اکبرؑ کو اکیلے ہی اٹھانا ہو گا

نقوؔی مشتاق ہیں جنت کے سبھی محشر میں
میرا تو کرب و بلا ہی میں ٹھکانا ہو گا

تیر کے ساتھ

حیف ہے ذبح ہوا تیر کے ساتھ
ظلم کیسا ہوا بے شیر کے ساتھ

کتنے بیمار تھے سجادؑ مگر
پھر بھی باندھے گئے زنجیر کے ساتھ

کارگر ہو گیا وار اصغرؑ کا
رہ گئے سورما شمشیر کے ساتھ

قتل اصغرؑ ہوا بیٹی نہ رہی
کس طرح ماں لڑے تقدیر کے ساتھ

لاش ششماہے کی ہے گودی میں
دشت میں کیا ہوا شبیرؑ کے ساتھ

گھپ اندھیرے میں جلے خیموں میں
ہیں حرم زینبؑ دلگیر کے ساتھ

کوفہ و شام کے بازاروں میں
سر شبیرؑ ہے ہمشیر کے ساتھ

بس دعا یہ کرو نقوی کے لئے
شعر کہتا رہے تاثیر کے ساتھ

گودی میں چل پڑا

کیسا چراغ عزم و شجاعت کا جل پڑا
بے شیر جنگ کیلئے گودی میں چل پڑا

برچھی نکالی شاہ شہیداں نے جس گھڑی
تازہ لہو جگر سے جواں کے ابل پڑا

ھل من کی جب صدا سنی چھ ماہ کا وہ طفل
جھولے سے جنگ کرنے کی خاطر نکل پڑا

دنیا میں جو بھی ظالموں کے ساتھ ہو گیا
بدبخت وہ یزید کے رستہ پہ چل پڑا

کھایا جو تیر دشتِ بلا میں فقیر نے
شرمندہ تھا فرات کا پانی اُچھل پڑا

نقوؔی رہا ہے دست و گریباں یزید سے
بہر جہاد اس کا قلم بھی نکل پڑا

نقوؔی کا نام ان کے غلاموں میں آ گیا
گویا چراغ ان کے مقدر کا جل پڑا

چھپایا ہے تمھیں

باپ نے درد سے پایا ہے تمھیں
خاک میں کیسے سلایا ہے تمھیں

لاش اکبرؑ سے بھی تھا جب یہ کٹھن
شہ نے جھولے سے اٹھایا ہے تمھیں

وار ہے سوکھی زباں سے ایسا
کس نے اصغرؑ یہ سکھایا ہے تمھیں

تم مسلمانو رہے خواب میں گم
خون اصغرؑ نے جگایا ہے تمھیں

لعنتیں تم پہ ہوں افواج یزید
ایک بچے نے رلایا ہے تمھیں

یہ ہے اعزاز کی بات اے نقوی
بنتِ حیدر نے بلایا ہے تمھیں

مادر نہ دیکھ لے

اے آفتاب چھپ جا کہ مادر نہ دیکھ لے
نیزے پہ شیر خوار کا وہ سر نہ دیکھ لے

اے ارضِ کربلا ذرا جھک جا کہ گود میں
بچے کی لاش کو کہیں مادر نہ دیکھ لے

بادل بنا دے بیبیوں کا پردہ آن کر
عباسؑ آ کے ان کو کھلے سر نہ دیکھ لے

ظالم ذرا بہن سے چھپا کر تو ذبح کر
شبیرؑ کے گلے پہ وہ خنجر نہ دیکھ لے

ہاتھوں سے اپنے کان سکینہؑ چھپاتی ہے
ان میں جو دُر ہیں شمرِ ستمگر نہ دیکھ لے

چھپ جا عدوئے آلِ محمدؐ کہ دہر میں
صورت تری علیؑ کا قلندر نہ دیکھ لے

نامِ علیؑ کا ورد کرو نقویؔ ہر گھڑی
مشکل کہیں تمہارا کبھی گھر نہ دیکھ لے

کمان ہے

نوک زبان تیر ہے ابرو کمان ہے
کرب و بلا میں کیا علی اصغرؑ کی شان ہے

یہ بھی ہے شیر فاطمہؑ زہرا کا معجزہ
بچہ ہے چھ مہینہ کا جذبہ جوان ہے

اصغر نے یہ بتا دیا دست حسینؑ پر
اے اشقیاء یہ دیکھ لو سوکھی زبان ہے

حجت تمام کرنے کو کہتے ہیں شاہ دیں
کتنا علی کے لال کو اصغرؑ پہ مان ہے

ہر سانس میں ہے اصغرؑ بے شیر کا گداز
اس تذکرے میں بندۂ نقوی کی جان ہے

آب کم نہ ہو

بے وارثی کا باب کہیں یوں رقم نہ ہو
بچوں کو کمسنی میں یتیمی کا غم نہ ہو

مانگو دعا نہ تشنہ دہن شیر خوار ہو
جب قافلہ ہو دشت میں پھر آب کم نہ ہو

جو ہاتھ ہے کسی کی یتیمی میں دستگیر
پردیس میں وہ نہر کنارے قلم نہ ہو

ہو جائے بند میری دعا ہے وہ چشم بد
سن کر جو ذکر اصغرؑ بے شیر نم نہ ہو

جو لکھ سکے نہ آل محمد کی شان میں
نقوی کے ہاتھ میں کبھی ایسا قلم نہ ہو

قطعات

بس سکینہؑ کی یاد آئی ہے
لفظ اک پیاس جب بھی لکھا ہے
گویا لکھی وفا کی اک تاریخ
نام عباسؑ جب بھی لکھا ہے

آج بھی کوزہ لئے ہاتھوں میں
کوئی بچی ہے کھڑی آس لئے
اس لئے پانی پلاتے ہیں ہم
ہاتھ میں پرچم عباسؑ لئے

آج میدان میں جانے کے لئے
ماں نے کس طرح سجایا ہے تمھیں
آب جب سوکھی زباں سے مانگا
تیر کا جام پلایا ہے تمھیں

کردار فاطمہؑ کی جو عکاس بن گئی
اس فاطمہؑ کی عمر فقط چار سال ہے
آلِ نبیؐ نے دشت میں کیا کام کر دیئے
ہر فرد کربلا میں خود اپنی مثال ہے

کس طرح کہتے ہیں لبیک امام
علی اصغرؑ نے بتایا ہم کو
صبر کیسے کریں مظلومی میں
یہ سکینہؑ نے سکھایا ہم کو

یہ نہ سمجھو کہ یہ ہے جھولے میں
خون کا کچھ تو اثر ہوتا ہے
جس نے چیرا تھا کلّائے اژدر
علی اصغرؑ اسی کا پوتا ہے

اس کو قیدی فقط سمجھ نہ یزید
بات کچھ خون میں بھی ہوتی ہے
جس نے حاکم کو تنہا للکارا
یہ اسی فاطمہؑ کی پوتی ہے

کس کی خاطر مدینے جائے گی
اک فقط آسرا تھا جینے کا
جس کو جھولا جھلاتی رہتی تھی
وہی بیٹا تھا چھ مہینے کا

جس پہ نادم ہے آج بھی امت
سر دربار ایک بچی تھی
نام بالی سکینہؑ تھا جس کا
شہ دیں کی وہ ننھی بچی تھی

سوکھی ہوئی زباں ہے یہ اے لشکر یزید
بے شیر اپنی بات میں سچا ہے دیکھ لے
قرآن کی وہ چھوٹی سی سورت یہی تو ہے
جو گود میں امامؑ کے بچہ ہے دیکھ لے

ہل من کی جب صدا سنی دشت قتال میں
خود کو گرا رہا ہے وہ جھولے سے بار بار
باطل پہ وار کرتا ہے حیدرؑ کی طرح وہ
جب گود میں امام کے آتا ہے شیر خوار

جس طرح ہو دوا کوئی تاثیر کے بغیر
اسلام اس طرح سے ہے شبیرؑ کے بغیر
تصویر اس طرح کی، نہ ہو جس میں کوئی رنگ
ہے کربلا اسی طرح بے شیر کے بغیر

اللہ کا کرم ہے بڑا مجھ غریب پر
کلمہ پڑھا ہے شاہ مدینہ کا ہوں غلام
لیکن کرم کی حد ہے یہ رب کریم کی
میں شہ کا ماتمی ہوں سکینہؑ کا ہوں غلام

ہے نام خدا فاطمہؑ کے گھر کی بدولت
جو کٹ گیا سجدے میں اسی سر کی بدولت
اسلام تو کربل کی وساطت سے ہے باقی
ہم آج مسلمان ہیں اصغرؑ کی بدولت

اونچا ہے علم آج بھی غازیؑ کی بدولت
گر زندہ ہے حق قاسمؑ و اکبرؑ کا لہو ہے
ہم آج مسلمان ہیں بے شیر کے صدقے
بنیاد میں دیں کی علی اصغرؑ کا لہو ہے

کربلا بھی تو مثل خیبر ہے
جس کے آگے حقیر لشکر ہے
جس نے جیتی ہے جنگ گودی میں
اس مجاہد کا نام اصغرؑ ہے

چھ مہینے کا کیسا صابر ہے
تیر کھا کر بھی جو نہیں رویا
اِک گواہی حسینؑ کی دے کر
وہ ہمیشہ کی نیند پھر سویا

مرثیہ
سیدہ سکینہؑ بنت الحسین علیہ السلام

عالم میں بنی صبر کا معیار تری ذات
زہرا کا نمونہ ترا کردار تری ذات
کونین کو کرتی ہے عزادار تری ذات
اُمت کی سفارش کی روا دار تری ذات
ظلمت میں مجھے شمس و قمر دیتی ہے بی بی
خالی ہو مری جھولی تو بھر دیتی ہے بی بی

شبیر کی یہ لاڈلی نازوں سے پلی ہے
یہ باغ امامت کی اک انمول کلی ہے
گفتار میں کردار میں یہ بنت علیؑ ہے
افسوس مگر اس کی عبا رن میں جلی ہے
کمسن ہے مگر کام وہ انجام دیا ہے
انسان کو کونین میں اسلام دیا ہے

تحریک کا آغاز ہے شبیرؑ کی بیٹی
مظلوم کی آواز ہے شبیرؑ کی بیٹی
کونین میں ممتاز ہے شبیرؑ کی بیٹی
اور انبیاء کا ناز ہے شبیرؑ کی بیٹی
بچپن ہی میں یہ پیکرِ انوار بنی ہے
ہر عہد میں اک صبر کا معیار بنی ہے

انسان کی حکمت کو سکینہؑ نے بچایا
آدم کی فضیلت کو سکینہؑ نے بچایا
اسلام کی عزت کو سکینہؑ نے بچایا
ساری بشریت کو سکینہؑ نے بچایا
مومن پہ سکینہؑ نے یہ احسان کیا ہے
ان کے لئے بخشش کا بھی سامان کیا ہے

کیا بات سکینہؑ کے لبوں پر ہے خودی کی
خود موت نے کی بات حیات ابدی کی
کس شان سے طے منزلیں کیں تشنہ لبی کی
یہ فاطمہؑ کی بات ہے یہ مولا علیؑ کی
انسان کی بخشش کیلئے آپ ہیں زینہ
میں خود ہوں غلام آپ کا اے بالی سکینہؑ

یہ نور جو دانش کا زمانے کو ملا ہے
یہ حق کا کرم ہے یہ سکینہؑ کی عطا ہے
ہے اُس کا یقیں دین محمدؐ جو بچا ہے
تا حشر مساجد میں اذانوں کی صدا ہے
اسلام سلامت رہا ظلمت کے ستم سے
یہ دین بقا پا گیا بچی کے کرم سے

یہ شام غریباں ہے یہ مشکل کی گھڑی ہے
آفت نئی اک آل پہ اب آن پڑی ہے
کیا صبر ہے بچی کا جو باطل سے لڑی ہے
مشکل میں ہے اور بیبیوں کے ساتھ کھڑی ہے
مومن کے لئے درد کا درمان سکینہؑ
دشواریاں سب کرتی ہے آسان سکینہؑ

مشکل پہ سکینہؑ نے کہا یا علیؑ امداد
دامن جو جلا آئی صدا یا علیؑ امداد
دُرے جو لگے آئی ندا یا علیؑ امداد
ہونٹوں پہ مصیبت میں رہا یا علیؑ امداد
مشکل کی گھڑی ساقئی کوثرؑ کو پکارا
اور پیاس میں عباسؑ دلاور کو پکارا

باقی ہے سکوں دل کا تو بی بی کے کرم سے
جب بھی لکھا ہے نام سکینہؑ کا قلم سے
آنسو ہی رواں دیکھے ہیں غازیؑ کے علم سے
زخمی ہوئے کان اس کے ستمگر کے ستم سے
جز قید کے اب کوئی بھی چارہ نہیں باقی
غازیؑ کا سکینہؑ کو سہارا نہیں باقی

بچی کی اذیت کو اگر دیکھ لے کوئی
اس منظر حسرت کو اگر دیکھ لے کوئی
توقیر رسالت کو اگر دیکھ لے کوئی
مولا کی مشیت کو اگر دیکھ لے کوئی
کچھ فرق نہیں پائے گا وہ آل نبی میں
کلثومؑ میں، زینبؑ میں، سکینہؑ میں کسی میں

ویرانیٔ صحرا میں ہوئی شام غریباں
سہمے ہوئے بچے ہیں تو ہر بی بی پریشاں
ہر دل یہاں زخمی ہے تو ہر آنکھ ہے گریاں
زینب ہیں سکینۂ کے لئے مضطر و حیراں
کہتی ہیں کہ بچوں کو گلے آ کے لگالو
بے چین ہے اپنی پھوپھی امّاں کو سنبھالو

کہتی ہیں یہ رو کر علی اکبر نہیں موجود
قاسم بھی نہیں ہیں علی اصغر نہیں موجود
اب کون سلائے تمہیں سرور نہیں موجود
امداد کو عباس دلاور نہیں موجود
جاتے ہوئے تم کو مجھے سونپا تھا پدر نے
اف کیسی قیامت ہے جو دیکھی ہے نظر نے

کٹتا ہوا شبیرؑ کا سر دیکھا ہے تم نے
لٹتا ہوا سرکارؑ کا گھر دیکھا ہے تم نے
منظر تھا المناک مگر دیکھا ہے تم نے
نیزے پہ بھی اُف باپ کا سر دیکھا ہے تم نے
بے پردگی میں تم بھی بندھے ہاتھ رہو گی
اور شام تلک بیبیوں کے ساتھ رہو گی

کانوں سے لہو بالی سکینۂ کے رواں ہے
لاوارثی کا شام غریباں میں سماں ہے
رخسار پہ بچی کے طمانچے کا نشاں ہے
سر رکھ کے جہاں سوتی تھی وہ سینہ کہاں ہے
دُر چھن رہے ہیں کون مدد کے لئے آئے
اب تم ہی بتاؤ کہ سکینۂ کہاں جائے

اٹھتا ہے دھواں اور اندھیرا ہے یہ ہر سو
اور فوج یزیدی کا بھی گھیرا ہے یہ ہر سو
لشکر کو بھی اعدا نے بکھیرا ہے یہ ہر سو
یعنی کہ یزیدوں کا بسیرا ہے یہ ہر سو
گم بچی کو کس طرح سے اب پائے گی زینب
کس سمت بھلا ڈھونڈنے اب جائے گی زینب

ہے ہاتھ میں کوزہ وہ یہی کہتی ہے ہر بار
اصغرؑ ہو کہاں تم ' مرے بھیا ' مرے دلدار
اس درد یتیمی سے مری آنکھ سے خونبار
اس اجڑے علاقے میں نہیں کوئی بھی غمخوار
مقتل کی طرف دوڑتی جاتی ہے سکینہؑ
تم ہو کہاں عباسؑ بلاتی ہے سکینہؑ

مقتل میں کبھی ڈھونڈتی ہے لاشۂ سرور
قاسمؑ کی کبھی لاش ' کبھی لاشۂ اکبرؑ
بیکل ہے نظر آئے کہیں لاشۂ اصغرؑ
پاتی نہیں اف لاشۂ ' عباسؑ دلاور
ڈرتی ہے تو دیتی ہے صدا اے مرے مولا
گھر دشت میں زہرا کا جلا اے مرے مولا

لاشوں سے یہ کہتی ہے کہ سرورؑ ہیں کہاں پر
یہ پوچھتی ہے خوف سے اصغرؑ ہیں کہاں پر
قاسمؑ ہیں کہاں پر ' علی اکبرؑ ہیں کہاں پر
کوئی کہو عباسؑ دلاور ہیں کہاں پر
بولے تو کوئی ڈھونڈنے آئی ہے سکینہؑ
جام آب کا اب ہاتھ میں لائی ہے سکینہؑ

عمو ہمیں کوئی نہ خبر آئی تمہاری
کرتا جلا کوئی نہ مدد پائی تمہاری
ہے عصر سے مشکل میں یہاں جائی تمہاری
چادر بھی چھنی ، ہو گئی رسوائی تمہاری
سر چھپ سکے اتنا بھی ٹھکانہ نہیں باقی
تھا ساتھ تمہارے جو زمانہ نہیں باقی

آپ آئیں گے جس دم تو میں گھر جاؤں گی عمو
ورنہ کہیں اس دشت میں مر جاؤں گی عمو
لگتا ہے یہیں جاں سے گزر جاؤں گی عمو
کس کس کو پکاروں گی کدھر جاؤں گی عمو
کچھ اور تو ممکن نہیں اس رنج و محن میں
آونگی جو میت پہ تو پابند رسن میں

عمو جو نہیں آپ بلا لیجئے بابا
سینے پہ ہمیں پھر سے سلا لیجئے بابا
بھائی علی اکبر کو جگا لیجئے بابا
ہم گھر گئے ظلمت میں بچا لیجئے بابا
جنگل کے اندھیرے میں تو ڈر لگتا ہے بابا
نیزے پہ جو ہے آپ کا سر لگتا ہے بابا

جانے پھوپھی کس جا ہیں کہاں ہیں مری مادر
نیزے کی انی سے ہے چھنی دشت میں چادر
کچھ آپ خبر لیتے ہیں عمو نہ برادر
بابا ہیں پھوپھی آپ کی مانند دلاور
آپ آئیں تو حیدرؑ کے لئے گھر پہ نظر ہو
زینب اور سکینہ کے کھلے سر پہ نظر ہو

القصہ ہوئی قید چلی شام کی جانب
سونپا تھا جو اللہ نے اس کام کی جانب
لڑنے کو چلی دشمن اسلام کی جانب
بڑھنے لگا دشمن بھی بدانجام کی جانب
اس قافلے میں ہے پھوپھی بادیدۂ تر ساتھ
چلتے ہوئے سرخم ہے، تو بابا کا ہے سر ساتھ

روتی ہے کبھی عابدؑ مضطر کو جو دیکھے
فریاد کبھی کرتی ہے مادر کو جو دیکھے
نیزے پہ پدر کے سر انور کو جو دیکھے
ماں اور پھوپھی کے وہ کھلے سر کو جو دیکھے
اب امن کے اور آشتی کے دن وہ کہاں ہیں
آ جایئے اس وقت چچا آپ جہاں ہیں

کہتی ہے کہ مجمع سے عدو کے ہے ہمیں ڈر
اس شام کے بازار میں دل اپنا ہے مضطر
ڈرے ہمیں لگتے ہیں سروں پر نہیں چادر
گھنٹوں سے نہیں ہم ہلے، یہ بوجھ ہے جاں پر
میں تھک گئی ہوں کوئی مرے پاس نہیں ہے
بچوں کا کسی کو یہاں احساس نہیں ہے

بازار ہوا ختم تو دربار میں پہنچی
نازوں کی پلی اک نئے آزار میں پہنچی
معصومہ غرض مجمع کفار میں پہنچی
سائے میں پھوپھی جان کے دربار میں پہنچی
حلقوم میں اک رسّی سکینہؑ کے پڑی ہے
سہمی ہوئی وہ اوٹ میں زینبؑ کے کھڑی ہے

یہ آلِ عبا پر ہے مصیبت کا کڑا وقت
ہم دیکھنے کو رہ گئے دنیا میں بُرا وقت
ہم جس میں پلے تھے نہیں اچھا وہ رہا وقت
ہر شخص کا یکساں نہیں رہتا ہے سدا وقت
یہ اور سکینہؑ پہ مصیبت کی گھڑی ہے
نامحرموں کے سامنے بے پردہ کھڑی ہے

کہتا ہے لعین ایک سکینہؑ ہے خوش القاب
عصمت کے فلک کا یہ درخشندہ ہے مہتاب
بیٹی ہے یہ شبیرؑ کی ' جو گوہر نایاب
جب سے یہ چھٹی باپ سے' ہے مضطر و بیتاب
ہاں اس کی جبیں نور سے شاداب بہت ہے
بابا سے ملاقات کو بیتاب بہت ہے

یہ سن کے مخاطب ہوا بچی سے ستمگر
پوچھا جو کہو آئیں پدر آپ ہی چل کر
بولی جو پدر آئیں تو کیا اس سے ہے بہتر
شہ آئیں یہاں خود تو مرا بخت ہو یاور
پھر طشت سے ملعون نے رومال اٹھایا
سر باپ کا سہمی ہوئی بیٹی کو دکھایا

سر پر جو نظر اٹھی تو معصوم پکاری
بابا تھے کہاں آپ ، خبر لی نہ ہماری
چادر پھوپھی کے سر پہ سے نیزے سے اتاری
تا شور سے روتی رہی میں درد کی ماری
جب ڈھا رہا تھا شمر غضب کیوں نہیں آئے
ڈر چھن رہے تھے دشت میں تب کیوں نہیں آئے

چپ کیوں ہوئے، کچھ تو کہو، میں تم پہ فدا آہ
آواز کو ترستی ہوں، اب دے دو صدا آہ
کرتی تھی دعائیں، تمہیں ملوا دے خدا آہ
کس طرح میں دیکھوں گی یہ سر تن سے جدا آہ
بابا میں سکینۂ ہوں، ذرا آنکھ تو کھولو
بیٹی سے ذرا پیار کے دو بول تو بولو

بابا جو گئے آپ تو خیموں کا وہ جلنا
بھڑکے ہوئے شعلوں کا وہ خیموں کو نگلنا
زر کے لئے ایک ایک مسلماں کا بدلنا
سائے میں پھوپھی جان کے بچوں کا سنبھلنا
بے پردگی میں ہم پھرے دن رات سرِ عام
عابدؑ ہمیں لائے ہیں سنبھالے ہوئے تا شام

ہاتھ اپنے رسن بستہ ہیں آپ آ کے چھڑائیں
جس طرح بلاتے تھے مجھے پھر سے بلائیں
نیند آئی ہے، سینے پہ مجھے پھر سے سلائیں
میں تھک گئی، آ کر مجھے گودی میں اٹھائیں
ہرگز نہ بغیر آپ کے گھر جاؤں گی بابا
گر آپ نہ آئے تو میں مر جاؤں گی بابا

اب آپ کہیں کس سے کہوں دل کی یہ روداد
صحرا سے سرِ شام منازل کی یہ روداد
خنجر کا بیاں، باپ کے قاتل کی یہ روداد
بے پردگی کے سارے مراحل کی یہ روداد
گردن کی رسن کیسے اتارے گی سکینۂ
عمو بھی نہیں کس کو پکارے گی سکینۂ

بچی کی سنی بات تو بولا وہ جفا کار
لے لوں نہ کنیزی میں تجھے شہ کی دل افگار
یہ سن کے غضب ناک ہوئیں زینبؑ خود دار
بولیں ہے ادب لازمی خاموش ہو بدکار
لے جائے گا تو اس کو تری بے خبری ہے
بچی نہیں، یہ مرتبے میں بنتِ نبی ہے

یہ سنتے ہی معصومہ کا دل خوف سے کانپا
آنسو بہے اور خوفِ کنیزی ہوا پیدا
یوں خوفزدہ ہو گئی بس اس کو غش آیا
چہرے سے عیاں درد یتیمی کا اثر تھا
زینبؑ یہ پکاری کہ ہوا کیا ذرا بولو
دل ہو گیا بے چین، ذرا آنکھ تو کھولو

دربار سے جانے جو لگی جانب زنداں
لیکن وہ شریعت کے رہی تابعِ فرماں
بابا کو صدا دیتی تھی حیران و پریشاں
آنسو تھے رواں جوش میں تھا دیدۂ گریاں
زنداں میں اندھیرا تھا تو گھبراتی تھی بچی
آہٹ بھی جو ہوتی تھی تو ڈر جاتی تھی بچی

دریافت کیا، اڑتے پرندوں کو جو دیکھا
بتلاؤ پھوپھی، ان کا ارادہ ہے کدھر کا
زینبؑ نے کہا، گھر کی طرف ان کا ہے رستہ
ہم ہو کے رہا دیکھیں گے یونہی وطن اپنا
گھر میں تمھیں صغرا سے بھی ملواؤنگی بی بی
دادی کی وہاں قبر پہ لے جاؤنگی بی بی

جب قید میں روتی تھی وہ معصوم دل افگار
دیتے تھے دلاسا اسے پھر عابد بیمار
کہتے تھے کہ آنسو نہ بہا اے مری غمخوار
کر صبر کہ کچھ دن کا ہے یہ عرصۂ آزار
آزادی بھی اس قید سے تم پاؤ گی اک دن
گھر بھر سے ملاقات کو تم جاؤ گی اک دن

سر اس کا رکھے گود میں کہتے تھے یہ سجادؑ
آنکھوں سے یہ گھر دیکھو گی اک روز تم آباد
جس جس نے دیا کرب وہ ہو جائے گا برباد
تم جلد ہی اس قید سے ہو جاؤ گی آزاد
ہاں گھر کا سکوں جلد ہی تم پاؤ گی بی بی
تم اپنے وطن ساتھ مرے جاؤ گی بی بی

یہ بات سنی ، آنکھوں کو کھولا ، ہوئی گویا
عمو نہیں ، اکبرؑ نہیں ، ملتے نہیں بابا
اب کون مدد کے لئے آئے گا خدایا
کس طرح رہا ہو کے میں دیکھوں گی گھر اپنا
اے بھائی مجھے آپ یہ دیتے ہیں دلاسے
جس طرح سے آئے نہ چچا ہم رہے پیاسے

ہم دیکھیں گے آباد یہ گھر ہو گا دوبارہ
عمو کو لعینوں نے ہے بے دردی سے مارا
سرتن سے مرے بابا کا مقتل میں اتارا
قتلِ علی اصغر کا بھی دیکھا ہے نظارا
یہ سب نہ ہوں جو گھر میں تو گھر کیا رہے بھائی
ماں باپ نہ ہوں ساتھ تو کیا گھر بسے بھائی

لگتا ہے اندھیرے ہی میں گھٹ جائے گا یہ دم
کیا یاد کریں گے ہمیں ہوں گے نہ اگر ہم
ہو جائیں گے پھر دور سکینہؑ کے سبھی غم
جانے سے مرے رونق دنیا ہو کہاں کم
ہے علم مجھے آپ ہی دفنائیں گے بھائی
لے کر پھوپھی اماں کو وطن جائیں گے بھائی

یہ سن کے لہو رو دیئے پھر عابدؑ بیمار
اشکوں میں محبت تھی کہ بچی کو کیا پیار
بولے کہ اسیری میں ہے اللہ مددگار
ہونے دو رہا بھائی کو بس تم ذرا اک بار
بس ہوں گے ہم اور اپنا وطن ہوگا مدینہ
پھر جیسا بھی چاہو گی وہی ہوگا سکینہؑ

زنداں سے وطن چھوٹ کے جب جاؤں گا بی بی
کانوں میں نئی بالیاں پہناؤں گا بی بی
پوشاک نئی عید پر بنواؤں گا بی بی
بازار سے چادر نئی لے آؤں گا بی بی
وہ بولی کہ قسمت مری مجبور ہے بھائی
گھر جس میں میں جاؤنگی بہت دُور ہے بھائی

بابا کے بنا کس کو وطن چاہیئے بھائی
دِم جس میں ہو شہ کا وہ لگن چاہیئے بھائی
کس کو یہاں جینے کا جتن چاہیئے بھائی
مجھ درد کی ماری کو کفن چاہیئے بھائی
دکھ جتنے سہے میں نے وہی مجھ کو بڑے ہیں
وہ دیکھئے عمو مجھے لینے کو کھڑے ہیں

ہم جاتے ہیں اے بھائی خدا حافظ و ناصر
اب ختم ہے تنہائی خدا حافظ و ناصر
تقدیر نہ راس آئی خدا حافظ و ناصر
اے فاطمہؑ کی جائی خدا حافظ و ناصر
دینا یہ شہادت، کہ مرا صبر تھا حد میں
مشکیزہ یہ ہو دفن میرے ساتھ لحد میں

یہ کہہ کے ہوئیں بند ذرا دیر میں آنکھیں
دیکھا تو ربابؑ آپ بھی بھرنے لگیں آہیں
نم آنکھیں تھیں پکڑے تھیں مگر بیٹی کی باہیں
کہتی تھیں سکینہ تمھیں دیتی ہوں دعائیں
کیوں بند ہیں آنکھوں کو ذرا کھول دو بیٹی
مادر تجھے دیتی ہے صدا بول دو بیٹی

نبضوں کو ٹٹولا کئے پھر سید سجادؑ
کرنے لگے پھر سر کو جھکائے ہوئے فریاد
لو اماں سکینہؑ ہوئی اب قید سے آزاد
ہم اہل مدینہ ہوئے آ کر یہاں برباد
لختِ جگرِ شاہ مدینہ ہوئی رخصت
سر پیٹو کہ اب ہم سے سکینہؑ ہوئی رخصت

اک بین تھا مادر کا وہ رو رو کے یہ کہنا
کھولو ذرا آنکھیں، کرو اماں کا نظارا
مجھ کوکھ جلی کو تھی رہائی کی تمنا
سوچا تھا کہ مدینے میں قرار آئے گا دل کا
گودی کے مرے دونوں نے پردیس بسایا
افسوس مجھے موت کا پیغام نہ آیا

اصغرؑ تو ہمیں چھوڑ کے جنت کو سدھارے
کیسے میں بھلا سکتی ہوں دکھ درد کے دھارے
ظالم نے مرے سامنے دُر تیرے اتارے
پھر گھڑکیاں دے دے کے طمانچے تجھے مارے
گردش میں رہا وہ ترا قسمت کا ستارا
اس دیس میں برباد گھرانہ ہوا سارا

خیمے جو جلے، جھولا بھی اصغرؑ کا جلا تھا
جب کربلا سے قافلہ کوفے کو چلا تھا
کچھ ظالموں کا خوف تھا اور دشت بلا تھا
تھی ایک رسن جس میں سکینہ کا گلا تھا
بازار میں ہر سمت تماشائی کھڑے تھے
چل چل کے غرض پاؤں میں چھالے بھی پڑے تھے

زینبؑ نے کہا ساتھ مرا چھوڑ رہی ہو
وعدہ جو پھوپھی سے کیا تھا توڑ رہی ہو
کیوں رشتہ اجل سے مری جاں جوڑ رہی ہو
پھر آج نصیبے کو مرے پھوڑ رہی ہو
دامن میں لگی آگ سرِدشت بجھائی
تم کھوگئی تھیں ڈھونڈ کے صحرا سے میں لائی

تم کھوگئی ہو پھر سے، مری جان کروں کیا
عابد ہیں کھڑے سخت پریشان کروں کیا
کوئی نہیں ہے دفن کا سامان کروں کیا
تو ہی بتا اے شام کے زنداں کروں کیا
کس طرح کفن دے تمھیں محصور ہے زینبؑ
بیٹی یہ بتا کیا کرے مجبور ہے زینبؑ

اسلام کے مقصد کے لئے جاؤں گی بی بی
وعدہ رہا میں لوٹ کے پھر آؤں گی بی بی
تربت میں اسی شہر میں بنواؤں گی بی بی
اس شہر کی میں سیدہ کہلاؤں گی بی بی
سجادؑ ہی اب جا کے بسائیں گے مدینہ
زینبؑ نہ تمہیں چھوڑ کے جائے گی سکینہؑ

جب غسل اسے دیتی تھیں زینبؑ جگرافگار
رسی کے نشاں دیکھ کے روتی تھیں لگاتار
چہرے کا ورم دیکھ کے آنکھیں ہوئیں خونبار
کہتی تھیں، ہوئے ختم، ترے دکھ، ترے آزار
اشکوں کو چھپائے ہوئے روتی ہے سکینہؑ
یا چین سے، آرام سے سوتی ہے سکینہؑ

چھوٹی سی لحد قید میں عابدؑ نے بنائی
پھر لاش لرزتے ہوئے ہاتھوں سے اٹھائی
اور قبلہ رو وہ میت معصوم لٹائی
چھوٹی سی بہن تھی جسے دفنا گیا بھائی
تا عمر رہا سامنا بس رنج و محن کا
سجاد کے دل پر رہا اک داغ بہن کا

جب اپنی بہن قبر میں دفنا چکا بھائی
ہاتف کی ندا غیب کے پردے سے یہ آئی
نازاں ہے ترے صبر پہ سجادؑ خدائی
کس حوصلے سے لاش سکینہؑ کی اٹھائی
ہوتا ہے بہ ملکِ عدم آباد مدینہ
بابا سے ملاقات کو آتی ہے سکینہؑ

مرثیہ حضرت علی اصغر علیہ السلام

انسان ہے غریب تو دولت کی ہے طلب
زردار ہو تو پھر اسے طاقت کی ہے طلب
اخلاص دل میں ہو تو عبادت کی ہے طلب
پختہ یقین ہو تو شہادت کی ہے طلب
جب منزل یقین پہ آجاتا ہے بشر
تب پھر غلام فاطمہؑ کہلاتا ہے بشر

انسان دَورِ نَو کا ہے حیواں سے بھی رذیل
بے رہ روی کا روگ ہے سرطاں سے بھی رذیل
بدکار و بدنسب کی ہے وہ جاں سے بھی رذیل
شیطاں کی پیروی میں ہے شیطاں سے بھی رذیل
انساں کو اس رویے پہ انسان کیوں کہوں
شیطاں سے بھی برا ہو تو شیطان کیوں کہوں

اس دور میں تو ہوتا ہے معصوم شیر خوار
مادر کو دیکھ کر اسے آ جاتا ہے قرار
اس پر ہزار جان سے ہو جاتی ہے نثار
ظالم ہو جس قدر بھی وہ کرتا ہے اس کو پیار
اس بے پناہ پیار کی وسعت نہ کم ہوئی
بچے کے حق میں ماں کی محبت نہ کم ہوئی

بچے کا ماں کی گود سے رشتہ بھی ہے عجب
آغوش ماں کی اس کے لئے لطف و فضل رب
بچے کا ماں سے چھٹنا قیامت ہے اور غضب
مادر کی موت اس سے جدائی کا ہے سبب
اولاد کے دکھ آپ اٹھاتی ہے ماں کی ذات
بچوں کے غم میں جان گنواتی ہے ماں کی ذات

گر شیر خوار ہو علی اصغرؑ سا تشنہ کام
ہاتھوں پہ پھر اٹھائے اسے وقت کا امام
پھر کس طرح سے وہ نہ کرے فوج سے کلام
کر دے اگر اشارہ بدل دے یہ سب نظام
مت شیر خوار ایسے کو سمجھے تو بھول کر
اسلام اس کے ہاتھ پہ آ کر قبول کر

اللہ رے وہ عظمت طفل حسینؑ پاک
ہے تشنگی میں اس کی جبیں اور تابناک
یہ عمر اور جہاد میں بچے کا انہماک
تھا کربلا میں باپ سے بیٹے کا اشتراک
کیا حوصلہ ہے شیر دلاور کا دیکھئے
طرز جہاد گود میں اصغرؑ کا دیکھئے

دست حسینؑ پر ہے یہ توقیر کائنات
جس کے لہو سے دیں کو ملے گا نیا ثبات
کیوں بار بار ہلتی ہے خیمے کی اک قنات
ماں کی دعائیں جاتی ہیں اصغرؑ کے ساتھ ساتھ
ہے دست شہ پہ اصغرؑ نادان اس طرح
ہوتا ہے رحل پاک پہ قرآن جس طرح

ہے شیر خوار دیں کا نگہبان دیکھ لو
بخشش کا کرنے آیا یہ سامان دیکھ لو
کرنا جہاد گود میں آسان دیکھ لو
فوج یزید ساری پریشان دیکھ لو
جھولے سے گر رہا تھا سنبھالا گیا ہے یہ
خیمے سے پہلی بار نکالا گیا ہے یہ

چہرے سے اس کے پنجتنی نور ہے عیاں
لب ہیں کماں کی طرح سے اور تیر ہے زباں
اس کی رگوں میں خون یداللہ ہے رواں
لشکر میں اس سے لڑنے کی اب تاب ہے کہاں
گر یہ ہمک کے ایک نظر ان پہ ڈال دے
کفارِ کربلا کے کلیجے نکال دے

یہ خون ہے جناب رسالت پناہ کا
ہے یہ بھی اک کمال حسینی نگاہ کا
سنتے ہیں ہم بھی ذکر خدائی سپاہ کا
اصغر بھی اک سپاہی ہے اس بارگاہ کا
مطلب لعیں سمجھ گئے اس کے سوال کا
بے شک یہ معجزہ ہے پیمبرؐ کی آل کا

گوہر ہے یہ حسینؑ امامت کے تاج کا
اصغر سے ہے مقابلہ ظالم سماج کا
اب آ گیا سوال رسالتؐ کی لاج کا
بچے کو بھی تھا علم شہِ دیں کے راج کا
دشمن پہ پہلے ہاتھ اٹھاتے نہیں ہیں یہ
میداں میں جا کر پشت دکھاتے نہیں ہیں یہ

پھر جھک کے کچھ حسینؑ نے اصغرؑ سے کہہ دیا
بس بے زباں نے سر کو ہمک کر اٹھا لیا
لشکر کی سمت اصغر محروم نے رُخ کیا
اک پل کو ملتفت ہوئی تب فوجِ اشقیا
سوکھی زباں نکال کے اک وار کر دیا
اصغرؑ نے اپنی پیاس کا اظہار کر دیا

کچھ اسقدر دلوں پہ اثر وار کا ہوا
منہ پھیر پھیر کر لگے رونے سب اشقیا
پھر ابن سعد کو تھا بغاوت کا سامنا
اس کی نظر کے سامنے آیا جو حرملہ
چلایا تیر مار دے طفلِ امام کو
جلدی سے کر تمام حسینی کلام کو

رکھ کر کماں پہ تیر وہ ملعون حرملہ
لینے لگا نشانہ جو روحِ رباب کا
کانپا جو ہاتھ تیر کماں ہی سے گر گیا
اک بار پھر سے تیر کو اس نے اٹھا لیا
منظر خیام شہ کا جو آنکھوں میں پھر گیا
اک بار پھر سے ریت پہ پیکان گر گیا

غصے سے ابن سعد یہ بولا کہ حرملہ
مشاق تیر زن تھا تجھے آج کیا ہوا
ظالم نے خیمہ گہ کی طرف دیکھ کر کہا
میں کیا کروں امیر کہ کچھ یہ ہے ماجرا
لیتا ہوں میں نشانہ جو مولا کی ذات کا
ہلتا ہے پردہ خیمہ شہ کی قنات کا

میں نے یہ بات اس لئے تجھ سے بیان کی
ظالم مجھے یہ ڈر ہے کہ ماں ہو نہ دیکھتی
اک شیر خوار کیلئے یہ ضرب ہے کڑی
مشک سکینۂ ایسے ہی پیکاں سے ہے بہی
اپنے پسر کو خون میں غلطاں نہ دیکھ لے
گردن میں تیر کوکھ جلی ماں نہ دیکھ لے

یہ سن کے ابن سعد نے چلا کے دی صدا
اب کر کلامِ شاہ شہیداں کا خاتمہ
سنتے ہی یہ لعین نے پیکاں چلا دیا
پھر گردن صغیر پہ اس طرح وہ لگا
آدھا گلوئے اصغرؑ بے شیر کٹ گیا
ہاتھوں پہ وہ صغیر تڑپ کر الٹ گیا

منظر یہ دیکھ کر ہوئے مضطر شہِ امم
اُٹھتے نہیں تھے پاؤں تھا اتنا جگر پہ غم
کھینچا گلے سے تیر ستمگر بصد الم
نکلا گلے سے خون کا فوارہ ایک دم
یہ دیکھ کر حسینؑ کا دل تھرتھرا گیا
اصغرؑ کا خون چہرہ اقدس پہ آ گیا

بیٹے کے منہ پہ منہ کو رکھا اور یہ کہا
جاتے ہو سوئے خلد تم اے میرے مہ لقا
افسوس باپ پانی نہ تم کو پلا سکا
اب مرضیِ خدا میں ہے بندے کا دخل کیا
ماں کے جگر پہ کتنے ہی صدمے گزر گئے
شہ دیکھتے تھے اصغر بے شیر مر گئے

شانہ ہلا کے اصغر مہ روکو دی صدا
آنکھوں کو کھولو سوتے ہو کیا میرے مہ لقا
ماں کو تری جواب میں کیا دونگا یہ بتا
مر جائے گی تڑپ کے ترا دیکھ کر گلا
اس حال میں خیام میں لے کر نہ جاؤں گا
جنگل میں اپنے ہاتھ سے تربت بناؤں گا

پھر نہر القمہ کی طرف دی دہائی آہ
کہنے لگے کہاں ہو نہیں آتے بھائی آہ
کیوں اتنی دیر میری مدد آئے میں لگائی آہ
تم کیا گئے کہ لٹ گئی میری کمائی آہ
تنہا ہے کس طرح اسے دفنائے گا حسینؑ
اصغرؑ کی لاش لے کے کہاں جائے گا حسینؑ

آؤ برادر آؤ خبر لو تو بھائی کی
مادر کو میں نے خیمے میں دیکھا ابھی ابھی
نکلی ہے اس طرح کہ ردا سر سے گر گئی
اصغرؑ مرا کہاں ہے یہ کہہ کہہ کے روتی تھی
امداد اتنی چاہیے اس دل کباب کو
عباسؑ آ کے تم ہی سنبھالو ربابؑ کو

خیمے کی سمت لے کے اسے جاؤں کس طرح
مادر کو حال اس کا میں دکھلاؤں کس طرح
اپنے جگر کے ٹکڑے کو دفناؤں کس طرح
اصغرؑ کو کھو دیا ہے اسے پاؤں کس طرح
کیسے پسر کو دل سے میں اپنے جدا کروں
مشکل کے وقت تم ہی بتاؤ میں کیا کروں

کب سے پکارتا ہوں تم آتے نہیں ہو کیوں
بھائی کو اپنی شکل دکھاتے نہیں ہو کیوں
نصرت کا وعدہ آج نبھاتے نہیں ہو کیوں
کہہ کر مجھے پھر آقا بلاتے نہیں ہو کیوں
گھیرا ہوا ہے دشت میں فوج شریر نے
دنیا اجاڑ دی مری ظالم کے تیر نے

بھائی سمجھ کے گر نہیں آتے تو تم نہ آؤ
آقا سمجھ کے ہی ذرا آواز تو سناؤ
بابا نے سونپا تھا تمہیں جو فرض وہ نبھاؤ
عباسؑ پردہ زینبؑ مضطر کا تم بچاؤ
آنکھوں میں نور جسم میں طاقت نہیں رہی
اب ہمکواور جینے کی چاہت نہیں رہی

آئی صدا یہ نہر کی جانب سے میں فدا
آقا جو اذن دیں مجھے اب بھی جہاد کا
مانا کہ تن سے ہو گئے شانے مرے جدا
یہ حرملہ یہ شمر یہ فوجِ یزید کیا
گر حکم ہو جہاد کا اب بھی غلام کو
رکھ دوں پلٹ کے سارے یزیدی نظام کو

سر کو جھکا کے بیٹھ گئے دشت میں حسینؑ
لیکن دل شکستہ کو آتا نہیں تھا چین
لاش پسر سے ہو کے مخاطب کئے یہ بین
تم ہی بتاؤ کیا کرے زہرا کا نور عین
اب کیا کرے کہ سخت منازل میں ہے پدر
اکبر تمھیں مدد کرو مشکل میں ہے پدر

پہنچے قریب لاشہِ اکبرؑ جو شاہ دیں
بولے کہ باپ آیا ہے اے اکبر حزیں
دیکھو لہو میں غرق ہے ساری مری جبیں
گودی میں لے کے آیا ہوں اصغر سا نازنین
کھایا ہے تیر آبِ خنک کے سوال میں
اور پھر تڑپ کے سو گیا دشت قتال میں

پیری میں صرف بیٹا سہارا ہے باپ کا
تم کو پکارا باپ نے اکبر اٹھو ذرا
اصغر نے میرے ہاتھوں میں رخ خلد کا کیا
دیکھا ہے اپنی آنکھ سے میں نے یہ حادثہ
اصغرؑ کی قبر تیرے برابر بناؤں گا
بے شیر کو سپرد ترے کرکے جاؤں گا

اصغرؑ کو گرم ریت پہ شہ نے لٹایا ہائے
ہاتھوں سے اپنے ننھی لحد کو بنایا ہائے
پھر خوں ٹپکتے جامے میں اس کو اٹھایا ہائے
پھر قبلہ رو لحد میں اسے خود سلایا ہائے
جب اپنا لعل تپتے دشت میں دفناتے تھے حسینؑ
غم سے بہت نڈھال نظر آتے تھے حسینؑ

دفنا کے اپنے لال کو اٹھے بچشمِ تر
پھر یوں پکارے لاشۂ اکبر کو دیکھ کر
اکبر رہے خیال کہ بھائی کو ہو نہ ڈر
اب تم کو سپرد کرتا ہوں یہ پارۂ جگر
غربت میں یہ بہن سے برادر سے ہیں چھٹے
پہلے پہل ہی آج یہ مادر سے ہیں چھٹے

پھر ارض کربلا کو یہ فرماں سنا دیا
کمسن کا تیری خاک کو مدفن بنا دیا
اصغرؑ کو میں نے گود میں تیری سلا دیا
سب نے مقامِ آلِ محمد بھلا دیا
اب تجھ ہی سے امید ہے اس دل فگار کو
سونپا تجھے یہ سوچ کے اس شیر خوار کو

اے ارض کربلا مرے دلبر سے ہوشیار
اے دشت نینوا علی اصغرؑ سے ہوشیار
بعد حسینؑ کفر کے لشکر سے ہوشیار
نیزے سے ہوشیار ستمگر سے ہوشیار
آئے گا ابنِ سعد پسر کی تلاش کو
ڈر ہے نہ ڈھونڈ لے کہیں اصغر کی لاش کو

سر کو جھکائے خیمے میں آئے امام دیں
دیکھا رباب ان کو نہ آئیں نظر کہیں
پوچھا حرم سے مادر اصغرؑ کہاں گئیں
زینبؑ پکاری بیٹھی ہیں گہوارے کے قریں
دیکھا کہ بیٹھے اشک بہاتی ہے غمزدہ
اصغرؑ کا خالی جھولا جھلاتی ہے غمزدہ

آ کر قریب ان سے یہ شبیرؑ نے کہا
اللہ صبر دے تمھیں اے غم میں مبتلا
اس کی رضا کے سامنے بندوں کا ذکر کیا
اصغرؑ ہمارا دین کی خاطر جدا ہوا
اب جا رہے ہیں داورِ محشر کے پاس ہم
اصغرؑ کو چھوڑ آئے ہیں اکبرؑ کے پاس ہم

بولیں رباب آپ بھی دلبر کو بخش دیں
معصوم شیر خوار کو مادر کو بخش دیں
اب میں یہاں سے چلتی ہوں اصغرؑ کو بخش دیں
خیرات بس ذرا سی گداگر کو بخش دیں
مت دیر اور کیجئے مر جاؤں گی حضور
اصغرؑ نہیں تو میں نہیں جی پاؤں گی حضور

وہ بولے اے ربابؑ کرو صبر اور قرار
آیا ہے کام دین کے اصغرؑ سا ہونہار
اب زندگی سکینہؑ کی چاہت میں دو گزار
اب ہم کو بھی ہے لمحہ رخصت کا انتظار
اب پھر حسینؑ کو نہ کبھی پائیں گے حرم
سر ننگے قید ہو کے چلے جائیں گے حرم

اصغرؑ کے بعد اجڑی ہوئی ماں کا تھا یہ حال
ننھے پسر کا رہتا تھا دل میں فقط خیال
فریاد کرکے کہتی تھی پیاسا ہے میرا لال
بس چند گھونٹ پانی کا کرتی ہوں میں سوال
اصغرؑ بغیر دل مرا اب بھی اداس ہے
جھولے کی راکھ آج تلک میرے پاس ہے

اللہ جانتا ہے مرے دل کے حال کو
اصغر کے بعد گزرے ہوئے ماہ و سال کو
دو بوند آب کے نہ دیئے میرے لال کو
رد کر دیا حسینؑ حزیں کے سوال کو
جب آفتاب دشت مصیبت میں ڈھل گیا
خیموں کے ساتھ جھولا بھی اصغرؑ کا جل گیا

اس اجڑی ماں کا جس گھڑی ہونے لگا وصال
اصغرؑ کو دی صدا کہ میں آتی ہوں میرے لال
مشکل ترے بغیر کٹے میرے ماہ و سال
کرتی ہوں میں یہ دنیا سے جاتے ہوئے سوال
دل سے نہ بھولنا مرے دلبر کے پیار کو
پانی پہ نذر دینا مرے شیر خوار کو

مرتے ہوئے بھی ماں کے لبوں پر تھی ایک بات
مجھ سے ملا دے میرا پسر تو ہے پاک ذات
اس کے بغیر کٹتے نہ تھے میرے دن نہ رات
اس کی جدائی سے نہ رہا زیست میں ثبات
ماں جا رہی تھی اس کا فقط اک کلام تھا
آنکھوں میں اشک ہونٹوں پہ اصغر کا نام تھا